Series No 25

علوم الفقہ

Uloom Ul Fiqh

AskIslamPedia
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

جمع وترتیب برائے ورکشاپ نوٹس: شیخ ارشد بشیر عمری مدنی

Shaikh Arshad Basheer Umari Madani

Hafiz, Aalim, Faazil (Madina University, KSA) MBA. Founder & Director of AskIslamPedia.com
Chairman: Ocean The ABM School, Hyd.

علوم الفقہ

ABM Workshops

جمع وترتیب برائے ورکشاپ نوٹس:

شیخ ارشد بشیر عمری مدنی سلمہ اللہ

Shaikh Arshad Basheer Umari Madani

Hafiz, Aalim, Faazil (Madina University, KSA) MBA.

Founder & Director of AskIslamPedia.com

Chairman: Ocean The ABM School, Hyd.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وأصحابه أجمعين، اما بعد:

اللہ کے نبی محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کا فقہ عطا کرتے ہیں"۔ اس حدیث کی روشنی میں پتا چلتا ہے کہ فقہ کا حاصل کرنا خیر اور بھلائی حاصل کرنے کی مانند ہے اور یہ نعمت بہت ہی کم افراد کے حصے میں آتی ہے۔

مراحل نظریۂ نصاب:

معاشرہ کو کئی مسائل درپیش رہتے ہیں اور ان کا حل قرآن وحدیث میں موجود رہتا ہے لیکن یہ استنباط وہی لوگ کر سکتے ہیں جو "فقہ "کا علم رکھتے ہوں۔ اس اہم علم کی جانکاری کے لیے اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے اور بہترین اسلوب میں تمام مضامین کو اس میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے، اللہ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

مراحل تیاریٔ نصاب:

الحمدللہ 103 پوائنٹس فقہ سے متعلق علوم کو اس کتاب میں جمع کیا گیا۔ قواعد بیان کیے گئے، اصطلاحات اور اس سے متعلق اہم قرآنی آیات واحادیث کو بھی جمع کیا گیا ہے۔

مراحل مراجعۂ عامہ:

علماء کمیٹی نے اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی ہے، جگہ جگہ اپنے مفید مشوروں سے نوازا ہے جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گا ان شاءاللہ۔

ABM Workshops

مراحل مراجعۂ خاصہ:

انفرادی طور پر کئی علماء نے خصوصی توجہ کے ساتھ اس میں حذف واضافہ کیا ہے تاکہ کتاب آسان سے آسان اور مفید ترین بن جائے۔

یہ کتاب کس کے لیے:

ورکشاپ قائم کرنے اور دروس کے سلسلہ کے لیے ایک نصاب کا کام دے سکتی ہے، ان شاء اللہ!

ہدیۂ تشکر:

اس موقع پر میں اپنے ساتھ دینے والے سبھی علماء اور رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کام میں میرا بھرپور ساتھ دیا، خصوصًا شیخ عبد اللہ عمری، شیخ نورالدین عمری، شیخ عبد الرحمن عمری مدنی، شیخ مجاہد عمری، شیخ ماجد عمری اور آسک اسلام پیڈیا کی ساری ٹیم کا بے حد ممنون و مشکور ہوں، اللہ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

مجھے اس قابل بنانے والے جامعہ دارالسلام، عمر آباد، تمل ناڈو، ہندوستان اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، سعودی عرب کے تمام اساتذہ اور ذمہ داران کا میں بے حد ممنون و مشکور ہوں جن کی مسلسل محنتوں کے نتیجہ -باذن اللہ- میں اس قابل بنا کہ قارئینِ کرام کی خدمت میں قرآن کی خدمت کا ایک تحفہ پیش کر سکا، اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان سب کے میزان حسنات کو ثقیل فرمادے۔ آمین!

نوٹ: جہاں ہم نے مناسب سمجھا مختلف کتابوں سے کچھ اقتباسات استفادہ کی غرض سے نقل کر دیے، اللہ تعالی سارے مؤلفین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

شیخ ارشد بشیر عمری مدنی حفظہ اللہ

فاؤنڈر اینڈ ڈائریکٹر آسک اسلام پیڈیا

ABM Workshops

علوم الفقہ

(1	**فقہ کی لغوی وضاحت:** لفظ فقہ، سمجھ اور دانش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے واضح ہے: (1) (قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ) (ھود:91) "انہوں نے کہا اے شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں"۔ (2) (فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا)(النساء:78)"انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں"۔ (3) ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ) (التوبہ:122) "ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں ایک چھوٹی جماعت نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں"۔ (4) حدیث نبوی ہے کہ(من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین)"اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں"۔(1) ☆☆ یہ لفظ عربی گرائمر کے اعتبار سے باب فقہ (سمع، کرم) کا مصدر ہے۔باب تفقہ (تفعل) بھی اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔فقہ، افقہ (تفعیل، افعال) یہ ابواب "سیکھنا اور سمجھانا" کے معانی میں مستعمل ہیں۔لفظ فقیہ "علم فقہ جاننے والے اور بہت سمجھ دار شخص" پر بولا جاتا ہے۔اس کی جمع "فقہاء" مستعمل ہے۔(2) سوال: القاموس المحیط کے اندر فقہ کی تعریف کی گئی ہے اسی طرح کبار علماء اور مؤخرین نے اسکی کیا تعریف کی بیان کریں؟ (1) بخاری: 71 (2) القاموس المحیط ص 1151، المعجم الوسیط ص 698۔
(2	**فقہ کی اصطلاحی تعریف:** (العلم بالأحكام الشرعية العملية المكتسبة من أدلتها التفصيلية) "ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے"۔(1)

BM Workshops

عموماً علم فقہ کی وہی تعریف کی جاتی ہے جو درج بالا سطور میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں مختلف فقہاء نے اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں جنہیں یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ علم فقہ میں صرف ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جو محض بندوں کے افعال سے تعلق رکھتے ہوں جیسے نماز، روزہ، نکاح، طلاق، خرید و فروخت اور جرائم وغیرہ۔ بالفاظ دیگر اس علم میں صرف ایسے احکام شامل ہیں جو عبادات اور معاملات سے متعلق ہوں اور ایسے احکام کا اس میں کوئی دخل نہین جو عقائد وایمانیات سے تعلق رکھتے ہوں۔

سوال: یہ جو اصطلاحی تعریف فقہ کی بیان کی گئی ہے کس نے اس کو رقم کیا نام بتائیں؟

(1) ارشاد الفحول(1/7) المستصفی للغزالی(1/18) الاحکام للامدی(1/50) البحر المحیط للزرکشی(1/110)۔

3) فقہ کی اہمیت وضرورت

علم فقہ حاصل کرنا بعض اوقات تو فرض عین ہو جاتا ہے جیسا کہ ان امور و مسائل کا سیکھنا کہ جن کے بغیر کوئی فرض عین حکم ادا ہی نہ ہو سکتا ہو مثلاً وضو، نماز اور روزے وغیرہ کا طریقہ و کیفیت۔ اور بعض علماء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (طلب العلم فريضة على كل مسلم)"علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔(1) کو اسی پر محمول کیا ہے(یعنی صرف ان مسائل کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جو اس پر فرض عین ہیں)-شافعیہ کے نزدیک کسی چیز کے وقت وجوب سے پہلے ہی اس کا سیکھ لینا لازم ہے جیسا کہ اس شخص پر جمعہ کے لیے وقت سے پہلے ہی سعی و کوشش کر کے آنا لازم ہے جس کا گھر دور ہے کیونکہ یہ قائدہ ہے کہ (ما لا يتم الواجب إلابه فهو واجب)"جو چیز کسی واجب کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہے"۔(2)

پھر اگر کوئی عمل فوری طور پر واجب ہو گا تو اسکی کیفیت سیکھنا بھی فوری طور پر واجب ہو گا اور اگر کوئی عمل تاخیر سے واجب ہو گا جیسا کہ حج تو اس کی کیفیت سیکھنا بھی تاخیر سے ہی واجب ہو گا۔ البتہ نکاح، خرید و فروخت اور تمام معاملات کے مسائل ہر ایک پر سیکھنا واجب نہیں بلکہ جو شخص ان میں سے کچھ کرنا چاہتا ہو گا صرف اسی پر سیکھنا واجب ہو گا۔

بعض اوقات علم فقہ حاصل کرنا فرض کفایہ ہوتا ہے۔ اس میں وہ تمام علوم شامل ہیں جو فرض کفایہ کی مقدار سے زائد ہیں نیز عوام الناس کا عمل کی غرض سے نفلی عبادات سیکھنا بھی اس میں شامل ہے۔

معلوم ہوا کہ ان تمام مسائل میں ادراک و فہم حاصل کرنا جو انسان پر فرض ہیں نہایت ضروری ہے اس لیے کوشش و محنت کر کے انہیں سیکھ لینا چاہیے اور یقیناً علم فقہ حاصل کرنیوالا شخص اللہ تعالی کی طرف سے خیر و برکت کا مستحق بھی ہے جیسا کہ نبی ﷺ

ABM Workshops

	نے فرمایا(من یرد الله به خیرا یفقه فی الدین)"اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرمادیتے ہیں"۔(3) سوال: دور حاضر میں فقہ اور اصول کی فقہ کی اہمیت واضح کریں؟ (1) صحیح: صحیح ابن ماجہ(183) سنن ابن ماجہ:224۔ (2)المجموع(1/24)حاشیۃ ابن عابدین1/26۔ (3)بخاری: 71
(4	فقہ کے مآخذ فقہ کے اساسی ماخذ دو ہیں:(1) قرآن (2)سنت۔اور ذیلی مآخذ نو ہیں: ا۔اجماع۔2۔اقوال صحابہ۔3۔قیاس۔4۔استحسان۔5۔استصحاب۔6۔مصالح مرسلہ۔7۔سد ذرائع۔8عرف۔9-پہلی شریعتوں کے احکام۔
(5	(1) قرآن قرآن کا تعارف (كلام الله المنزل على نبيه محمد ﷺ المعجزبلفظه المتعبد بتلاوته المكتوب فی المصاحف المنقول بالتواتر) (1) " قرآن کریم اللہ تعالی کا وہ کلام ہے جو اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر نازل کردہ ہے (یعنی موسی وعیسی علیہم السلام وغیرہ ہم پر نازل کردہ کتب قرآن نہیں) الفاظ کے اعتبار سے معجز ہے(یعنی اس جیسے الفاظ کوئی نہیں لاسکتا،بالفاظ دیگر قرآن وہی کلام الہی ہے جس جیسالانے کا ساری دنیا کو چیلنج کیا گیا اور جس کا چیلنج نہیں کیا گیا، جیسے احادیث قدسیہ وغیرہ،وہ قرآن نہیں) اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے (یعنی اجر وثواب کی نیت سے اسے پڑھا جاتا ہے،ان الفاظ سے قراءت شاذہ اور احادیث قدسیہ قرآن کی تعریف سے نکل گئیں کیونکہ انہیں اجر وثواب کی نیت سے نہیں پڑھا جاتا) وہ مصاحف میں تحریر شدہ ہے (یعنی جو مصاحف میں تحریر نہیں جیسے منسوخ التلاوۃ آیات وہ قرآن نہیں) تواتر کے ساتھ منقول ہے (یعنی شاذ قراءات اس میں شامل نہیں جو تواتر کے ساتھ نہیں بلکہ بطور آحاد منقول ہیں)

APNA Workshop

قرآن تیئس(23)سال کے عرصہ میں نازل ہوا، کچھ مکہ میں اور کچھ مدینہ میں۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی کے تیرہ(13)سالوں کے دوران جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں زیادہ تر توحید، رسالت، گذشتہ اقوام کے واقعات، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا اور روز قیامت کے احوال وغیرہ کا بیان ہے۔اور جو سورتیں مدنی زندگی کے تقریبا دس(10)سالوں کے دوران نازل ہوئیں ان میں عبادات، معاملات، جہاد، وراثت، عائلیقوانین، بین الاقوامی تعلقات، اہل کتاب سے خطاب اور منافقین کا نفاق ظاہر کرنے کے متعلق تفاصیل ہیں۔ (1) مباحث فی علوم القرآن، الوجیز(ص،152)المستصفی للغزالی(1/65)الاحکام الامدی(1/22)شرح مرقاۃالوصل(1/93-96)۔	
مضامین قرآن (1) بعض تو ایسے ہیں کہ جن کا تعلق توحید، رسالت اور آخرت سے ہے۔ (2) بعض کا تعلق اخلاقیات سے ہے مثلاصلہ رحمی، ایفائے عہد، صدق، امانت و دیانت، جھوٹ سے اجتناب، والدین سے حسن سلوک اور عفت و عصمت وغیرہ۔ (3) اور بعض کا تعلق ایسے اعمال سے ہے جو یا تو عبادات سے متعلق ہیں مثلا نماز، روزہ، حج، اعتکاف وغیرہ اور معاملات سے مثلا جرائم، حدود، جہاد، گھریلو معاملات وغیرہ۔	(6
(2)سنت **سنت کی تعریف** لغوی اعتبار سے سنت ہر ایسے دستور، سیرت اور طریقے کو کہتے ہیں جس پر لوگ چلنے کے عادی ہوں اور اس کی پابندی کرتے ہوں جیسا کہ اس آیت میں بھی یہی مراد ہے(سُنَّةَ اللَّـهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ) (الاحزاب:62)"ان لوگوں میں بھی اللہ تعالی کا یہی دستور رہاہے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں"۔ تاہم اصطلاحی و شرعی اعتبار سے سنت کی تعریف یوں کی جاتی ہے(ما أضيف إلى النبى من قول أو فعل أو تقرير)"جس چیز کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو خواہ آپ ﷺ کا قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو(یادرہے ہے کہ تقریر سے مراد ہر ایسا کام ہے جسے آپ ﷺ نے دوسروں کو کرتے ہوئے دیکھا ہو لیکن اس پر کوئی اعتراض نہ کیا ہو)"۔(1) قولی سنت کی مثال یہ حدیث ہے کہ(كونوا عباد الله إخوانا)"اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ"۔(2) فعلی سنت کی مثال وہ تمام احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ کا کوئی فعل مذکور ہے، مثلا نماز ادا کرنا، روزہ رکھنا، حج کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، مسواک کرنا، قیام اللیل وغیرہ۔	(7

اور تقریری سنت کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں چند حبشی نوجوانوں کو جنگی مشق کرتے ہوئے دیکھا اور اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔(3) اسی طرح عید کے روز چند بچوں کو جنگی اشعار گاتے ہوئے سنا تو اس پر بھی خاموش اختیار فرمائی۔(4)

سوال: ما أضيف إلى النبى من قول أو فعل أو تقرير اس عبارت کا حوالہ لکھیں

(1) الاحکام للامدی (1/231) الوجیز (ص/161)۔

(2) بخاری: 6063

(3) بخاری: 455، 454

(4) بخاری: 949

8) **حجیت سنت**

مندرجہ ذیل دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سنت بھی قرآن کی طرح حجت ہے اور احکام شریعت کا دوسرا ماخذ ہے۔

(1) (وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ) (النحل:44) "اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے ان احکامات کو واضح کر دیں جو ان کی طرف (قرآن کی صورت میں) نازل کیے گئے "۔

(2) (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾)(النجم:3-4) "وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا- وہ تو ایک وحی ہے جو (اس کی طرف) نازل کی جاتی ہے"۔

(3) (مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّـهَ) (النساء:80) "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے فی الحقیقت اللہ تعالی کی اطاعت کی"۔

(4) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّـهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ) (النساء:59) "اے ایمان والو! اللہ تعالی کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو"۔

(5) (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا) (الحشر:7) "اور رسول تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کریں اس سے رک جاؤ"۔

(6) (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) (النساء:65) "سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ آپ ہ کو اپنے باہمی جھگڑوں میں منصف نہ بنا لیں"۔

ABM Workshop

	(7) (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّـهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ) (الاحزاب:36) "کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ لائق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو پھر انہیں اپنے کام کا کوئی اختیار باقی رہ جائے"۔ (8) صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ عظام سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سنت نبوی سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں اور آج تک سب مسلمان اسی ایمان وعقیدے پر قائم ہیں۔ (9) اگر سنت نبوی کو شریعت کا ماخذ تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن مجید کے کتنے ہی ایسے احکامات ہیں جن پر عمل ناممکن ہو جائیگا۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز کا حکم ہے لیکن اس کی رکعات اس کے اوقات اس کی دعائیں اذکار اور طریقہ وغیرہ سب کچھ حدیث سے ملے گا۔ اسی طرح روزہ، حج، زکاۃ، وغیرہ کے بھی قرآن مجید میں محض مجمل احکام ہیں ان سب کی تفصیل احادیث سے ہی ملتی ہے۔
(9	**سنت کی اقسام** سند کے اعتبار سے سنت کی دو قسمیں ہیں: 1) متواتر: ایسی سنت جیسے ابتدا سے انتہا تک لوگوں کی اتنی بڑی تعداد روایت کرے جن کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔ بعض اوقات یہ تواتر لفظی ہوتا ہے یعنی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حدیث کے ایک ہی الفاظ روایت کرتی ہو۔ اور کبھی یہ تواتر معنوی ہوتا ہے وہ اس طرح کہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت مختلف الفاظ سے روایت کرتی ہو لیکن ان سب کا معنی ایک ہو۔ یاد رہے کہ یہ دونوں تواتر پختہ ویقینی علم کا فائدہ دیتے ہیں اور اخلاق حجت ہیں۔ 2) خبر واحد: اس سے مراد ایسی سنت ہے جیسے بیان کرنے والوں کی تعداد تواتر کی حد تک نہ پہنچتی ہو بالفاظ دیگر اس میں تواتر کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں۔ اس کی تین اقسام ہیں: (1) مشہور: جیسے ہر دور میں کم از کم تین افراد روایت کریں اور وہ تواتر کی حد تک نہ پہنچے۔ (2) عزیز: جیسے ہر دور میں کم ازم دو افراد نے روایت کیا ہو۔ (3) غریب: جیسے ابتدا اور انتہا کے مابین کسی دور میں صرف ایک فرد روایت کرے۔ یہ سنت اس وقت قابل حجت ہے جب اس کی سند متصل ہو اس کے تمام راوی عادل وضابط ہوں اور اس کی سند یا متن میں کوئی علت یا شذوذ نہ ہو۔

سنت کے مقبول ہونے کے لحاظ سے چار اقسام ہیں:

(1) صحیح (2) صحیح لغیرہ (3) حسن (4) حسن لغیرہ۔

سنت کی مردود یا ضعیف ہونے کے لحاظ سے پندرہ اقسام ہیں:

(1) معلق (2) مرسل (3) معضل (4) منقطع (5) موضوع (6) متروک (7) منکر (8) معلول (9) المخالفۃ للثقات (10) مدرج (11) مقلوب (12) مضطرب (13) المصحف (14) شاذ (15) جس کا راوی مجہول بدعتی یا سیئ الحفظ ہو۔

سوال: سنت کی مقبول ہونے کے اعتبار سے اسکی کتنی قسمیں ہیں دلیل کے ساتھ جواب دیں۔

(10

خبر واحد کی حجیت

خبر واحد حجت ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) (فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) (النحل:43) "اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرلو"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسئلے کا علم نہ ہو تو کسی ایک عالم سے پوچھ لینا کافی ہے کیونکہ یہاں اللہ نے ایسی کوئی شرط نہیں لگائی کہ علماء کی جماعت سے پوچھنا ضروری ہے۔

(2) (فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ) (التوبہ:122) "ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر فرقے سے ایک طائفہ نکلے اور دین کی سمجھ حاصل کرے"۔

امام بخاری فرماتے ہیں "طائفہ" ایک آدمی کو بھی کہتے ہیں۔

(3) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لا يمنعين أحدكم آذان بلال من سحوره فأنه يؤذن أو قال ينادى ليرجع قائمكم ونبه نائمكم) "کسی شخص کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ صرف اس لیے کہ آذان دیتے ہیں تاکہ جو نماز کے لیے بیدار ہیں وہ واپس آجائیں اور جو سوئے ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں"۔ (2)

(4) لوگ مسجد قبا میں بیت المقدس کی جانب رخ کرکے فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ دریں اثناء ایک آدمی آکر کہا "آپ ﷺ کو نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے تم بھی اس طرف رخ کرلو۔" (وكانت وجوههم إلى الشام فاستداروا إلى الكعبة) "ان لوگوں کے چہرے شام کی طرف تھے پھر وہ لوگ کعبہ کی طرف گھوم گئے"۔ (3)

معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام صحابہ ایک آدمی کے کہنے پر دوران نماز ہرگز اپنا رخ نہ پھیرتے۔

ABM Workshop

	(5) امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں خبر واحد کی حجیت پر ایک کتاب قائم کی ہے اور اس میں اکیس (21) احادیث اور چند آیات سے استدلال کرتے ہوئے خبر واحد کی حجیت کو ثابت کی اہے مزید تفصیل کے لیے انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ سوال: خبر واحد پر عمل نہ ہو تو اسکے نقصانات کیا ہوں اور کہاں کہاں ہوں گے تحقیقی جواب نقل کریں۔ (1) بخاری (قبل الحدیث /724) کتاب الاحاد۔ (2) بخاری: 7247 (3) بخاری: 7251
(11	فقہ کے ذیلی مآخذ: 1۔ اجماع قرآن وسنت کے بعد فقہ کے ذیلی مآخذ میں سے پہلا ماخذ اجماع ہے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مآخذ دیگر مآخذ سے قوت وحجیت میں زیادہ قوی ہے۔
(12	اجماع کی تعریف لغوی اعتبار سے تو اجماع "عزم پختہ اور کسی بات پر متفق ہونے" کو کہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے (لا صيام لمن لم يجمع الصيام قبل الفجر) "اس شخص کا روزہ نہیں ہو گا جو فجر سے پہلے ہی روزہ رکھنے کی نیت نہ کرے"۔(1) اور قرآن میں ہے کہ (فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ) (یونس:71)"تم اپنا معاملہ اپنے شرکاء سے مل کر پختہ طور پر طے کر لو"۔ اصلاحی اعتبار سے اجماع کی تعریف یہ کی جاتی ہے (اتفاق مجتهدي هذه الأمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم على حكم شرعي)"اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد امت اسلامیہ کے مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔"(2) (1) صحیح: صحیح نسائی (2203-2204-2205)، نسائی (2340-2341-2342)۔ (2) الأصول من علم الأصول: 62 ارشاد الفحول (1/258) البحر المحيط للزرکشی (4/435) الاحکام للامدی (1/179) المستصفی للغزالی (1/173)۔
(13	اجماع کی حجیت

ABM Workshop

جمہور علماء کے نزدیک ایک اجماع حجت ہے اور وہ حجت اجماع کے جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد بری تعالی ہے کہ(وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا)(النساء:115)"اور جس نے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستے کی پیروی کی تو اسے ہم اسی کی طرف لے جائیں گے جدہ وہ خود گیا اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے جو بہت بری جائے قرار ہے"۔

(2) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(إن امتى لا تجتمع على ضلالة)"بلاشبہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی"۔(1)

(3) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(لا تزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق)"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا"۔(2)

سوال:لوگوں میں سے بہت سے اجماع کا انکار کرتے ہیں انکی تفصیل بتائیں۔

(1) صحیح:المشکاۃ(173،174)ابن ماجہ(3950)،ابو داؤد (4253)طبرانی کبیر(3440)۔

(2)بخاری(7459) ، مسلم(1921)احمد(5/278)۔

(14

2۔اقوال صحابہ

صحابی ایسے شخص ک کہتے ہیں جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو آپ ﷺ پر ایمان لایا ہو اور پھر ایمان کی حالت میں ہی فوت ہوا ہو۔نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ میں سے بعض علم،فقہ اور فتوی وغیرہ میں بہت مشہور ہوئے۔ان کے کیے ہوئے فیصلے اور ان کت فتوے بذریعہ روایت ہم تک پہنچے ہیں۔اگر کسی مجتہد کو کتاب وسنت اور اجماع سے کسی مسئلے کے لیے دلیل نہ ملے تو کیا وہ صحابہ کے اقوال،فتاوی جات اور فیصلوں سے حجت لے سکتا ہے یا نہیں؟تو اس میں کچھ تفصیل ہے۔

(15

اقوال صحابہ کی حجیت

(1) صحابی کی وہ بات جو اجتہاد اور رائے کے ذریعے نہیں کہی جاسکتی علماء کے نزدیک حجت ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ یقینا یہ بات صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے ہی سنی ہو گی۔

(2) صحابی کے جس قول پر اجماع ہو چکا ہو علماء اسے شرعی حجت قرار دیتے ہیں۔

(3) صحابی کا ایسا قول جو رائے اور اجتہاد پر مبنی ہو کیا وہ حجت ہے؟اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے:

بعض علماء اسے شرعی حجت قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب کوئی مسئلہ کتاب وسنت اور اجماع سے نہ مل سکے تو صحابی کے قول پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ اگرچہ وہ بات رائے پر مبنی ہے لیکن ان کی رائے ہماری رائے سے بہر حال بہتر ہے وہ اس لیے کہ وہ نزول وحی کے زمانے میں موجود تھے، تشریع احکام کی حکمت اور اسباب نزول سے واقف تھے، اور ایک لمبا عرصہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بھی رہے تھے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ان کی آراء کو دوسروں کی آراء پر بڑی فضیلت ہے۔

اور بعض علماء اسے شرعی حجت نہیں گردانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم صرف کتاب وسنت کے دلائل پر عمل کے پابند ہیں اور صحابی کا قول ان میں شامل نہیں۔

ہمارے علم کے مطابق راجح بات یہ ہے کہ اگرچہ صحابی کے ایسے قول پر جو اجتہاد رائے پر مبنی ہو عمل واجب نہیں لیکن اپنی رائے پر ان کی رائے کو ترجیح دینا یقینا افضل ہے جیسا کہ اس کی وجوہات پہلے قول کے ضمن میں بیان کی جاچکی ہیں۔

(ابو حنیفہ) اگر اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں مجھے کوئی چیز نہیں ملتی تو میں صحابی کے اقوال اختیار کرلیتا ہوں۔

(مالک) انہوں نے اپنی کتاب مؤطا میں بہت سے صحابہ کے فتاوی جات نقل کیے ہیں اور اکثر مسائل میں انہیں پر اعتماد کیا ہے۔

(شافعی) اگر مجھے کتاب وسنت، یا اجماع، یا اس کے ہم معنی کسی دوسری چیز میں جو حکم لگانے والی ہو، یا اس کے ساتھ قیاس ہو، کوئی چیز نہیں ملتی تو میرا مسلک یہی ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے قول کو اختیار کرلیا جائے۔

(احمد) میں نے ہر مسئلے میں یا تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے جواب دیا۔ یا صحابہ یا تابعین کے کسی قول سے۔(1)

سوال: ائمہ اربعہ نے شرعی مسئلہ میں آخری حجت کس کو بتایا؟ حوالوں کے ساتھ جواب مطلوب ہے۔

(1) ابو حنفیہ للشیخ ابی زھرۃ (ص/309) مالک للشیخ ابی زھرۃ (ص/259) الرسالۃ للشافعی (ص/598) اصول الفقہ لابی زھرۃ (ص/215) اصول الفقہ وابن تیمیہ (ص/356)۔

(16

3۔ قیاس

قیاس کی تعریف

لغوی اعتبار سے قیاس ایک چیز کو دوسری چیز سے ناپنے اور مقدار معلوم کرنے کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی اعتبار سے قیاس کی تعریف یہ ہے (تسوية فرع بأصل في حكم لعلّة جامعة بينهما) "قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دنوں کے درمیان علت مشترک ہے"۔(1)

سوال: علامہ شیخ ابن بازؒ نے قیاس کی کیا تعریف بیان کی؟

(17

قیاس کی مثالیں

(1) قرآن مجید میں شراب نوشی کی حرمت کے متعلق نص موجود ہے لیکن نبیذ کے متعلق کوئی نص موجود نہیں ہے چونکہ شراب (یعنی خمر) میں حرمت کی علت نشہ ہے اور نبیذ میں بھی یہی علت پائی جاتی ہے اس لیے نبیذ کو شراب پر قیاس کرتے ہوئے اس کے حکم میں شامل کر لیا جائے گا۔

(2) آذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کی ممانعت نص سے ثابت ہے لیکن اس وقت نکاح کرنے، زمین کاشت کرنے اور کرائے پر لینے کی ممانعت شریعت میں ثابت نہیں ہے لیکن چونکہ خرید و فروخت سے ممانعت کی علت یہ ہے کہ یہ عمل نماز کے لیے جانے سے رکاوٹ بن جاتا ہے اس لیے ان تمام افعال کو خرید و فروخت پر قیاس کرتے ہوئے ممنوع قرار دیا جائے گا جو نماز سے رکاوٹ بنتے ہیں کیونکہ ان میں بھی وہی علت موجود ہے جو خرید و فروخت میں ہے۔

(18

حجیت قیاس

جمہور کے نزدیک قیاس حجت ہے اور وہ اس کی حجیت کے جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں چند حسب ذیل ہیں:

(1) (فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ)(الحشر:2)"اے بصیرت رکھنے والو! عبرت حاصل کرو"۔

اس آیت میں لفظ" فَاعْتَبِرُوا "سے مراد یہ ہے کہ خود کو ان لوگوں پر قیاس کرو جن پر اللہ تعالی کا عذاب نازل ہوا ہو یعنی اگر تم بھی وہ گناہ کرو گے جو انہوں نے کیے تو تم پر بھی اللہ تعالی عذاب نازل فرما سکتے ہیں۔

(2) (قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ)(یس:79)"کہہ دیجیے کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا"۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو پلی مرتبہ پیدا کرنے پر قیاس کیا ہے۔

(3) ایک آدمی نے نبی ﷺ کے پاس آکر عرض کیا کہ اے اللہ کہ رسول ﷺ! میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس ک طرف سے قضائی دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (لو كان على أمك دين أكنت قاضيه ؟ قال نعم قال : فدين الله أحق أن يقضى) "اگر تیری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سو اللہ کا قرض ادائگی کا زیادہ مستحق ہے"۔(1)

(4) ایک عورت نے سیاہ رنگ کا بچہ جنا تو اس کے شوہر نے اپنانے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے کہا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا رنگ دریافت کیا؟ تو اس نے کہا کے سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے کہا شاید اسے کوئی رگ کھینچ لائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (و ھذا لعلہ عرق نزعہ)" اور اسے بھی شاید کوئی رگ کھینچ لائی ہو"۔(2)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بچوں کے رنگ مختلف ہونے کو اونٹوں کے مختلف ہونے پر قیاس کیا ہے۔ ان دلائل کے علاوہ متعدد آثار صحابہ سے بھی قیاس کی حجیت ثابت ہوتی ہے کہ جن کو بیان کرنے سے طوالت سے اجتناب کیا گیا ہے۔ تاہم جو قیاس کا انکار کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل دلائل پیش نظر رکھتے ہیں:

1۔ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔(النحل:89) اس لیے کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

2۔ قیاس کے ذریعے الہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا لازم آتا ہے جو کہ قرآن میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔(الحجرات:1)

3۔ قیاس ظنی چیز ہے اور ظن حقیقت سے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔(یونس:36)

4۔ ہمیں صرف اسی چیز کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم ہے کہ جسے اللہ تعالی نے نازل فرمایا ہے (المائدہ:49) اور قیاس کے ذریعے ثابت ہونے والا حکم اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے۔

اگرچہ یہ اور اس طرح کے دیگر دلائل قیاس کی نفی کے لیے پیش لیے جاتے ہیں لیکن راجح بات وہی ہے جیسے جمہور نے اپنایا ہے یعنی قیاس حجت ہے۔

سوال: قیاس کرنے کے لیے کونسے امور درکار ہیں؟

(1) بخاری (1953) کتاب الصوم: باب من مات وعلیہ صوم، مسلم (1148) ابوداؤد (331) ترمذی (716-718) ابن ماجہ (1758) ابن الجارود (942) ابن حبان (3519-الاحسان) مشکل الاثار (221/3) بیہقی (255/4)۔

(2) بخاری (5305) کتاب الطلاق: نسائی (3479) ابن ماجہ (2002) حمیدی (1084) احمد (239/2) ابن حبان (4106)۔

(19

ارکان قیاس

قیاس کے چار ارکان ہیں:

(1) اصل: ایسی جگہ جہاں شریعت سے ثابت حکم پایا جاتا ہو مثلاً شراب۔

(2) فرع: ایسی چیز جسے اصل پر قیاس کر کے اس کا حکم معلوم کرنا مقصود ہو مثلاً نبیذ۔

(3) علت: اس سے مراد وہ صف ہے جو اصل اور فرع کے درمیان مشترک ہو مثلا نشہ۔ (4) حکم: اس سے مراد وہ شرعی حکم ہے جو اصل میں موجود ہے اور اسے فرع میں بھی لوگو کرنا مطلوب ہو اور وہ مذکور مثال میں حرمت شراب ہے۔	
شرائط قیاس (1) جس حکم کو فرع تک متعدی کرنا مقصود ہو وہ اصل میں نص (یعنی کتاب و سنت) سے ثابت ہو۔ (2) اصل میں ثابت ہونے والا حکم متفق علیہ ہو مختلف فیہ نہ ہو۔ (3) اصل میں موجود حکم شرعی ہو اور سمجھ میں آنے والا ہو۔ (4) اصل اور فرع میں مشترک علت ایسا وصف ہو جس کا حواس خمسہ سے ادارک ممکن ہو۔ (5) مشترک علت ایسا وصف ہو جو زمان و مکان کی تبدیلی سے تبدیل نہ ہوتا ہو۔ (6) وہ صف متعدی ہو اور فرع میں بھی مکمل طور پر پایا جاتا ہو۔ (7) فرع کے لیے پہلے سے کوئی شرعی نص موجود نہ ہو۔ (8) فرع کا حکم اصل کے حکم کے مساوی ہو۔ سوال: اگر قیاس کے معاملہ میں کوئی شرط پوری نہ ہو تو کیا اس کے حکم پر عمل کر سکتے ہیں؟	(20
4۔ استحسان لغوی اعتبار سے استحسان کسی چیز کو اچھا سمجھنے، اسے چاہنے اور اس کی طرف مائل ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحی اعتبار سے اس کی تعریف یہ ہے (ترك القياس لدليل أقوى منه من كتاب أو سنة أو إجماع) "قرآن سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل ک وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا"۔ امام شاطبی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اور احناف کے نزدیک استحسان یہ ہے کہ (لاعمل بأقوى الدليلن) "دو دلیلوں میں سے زیادہ قوی پر عمل کرنا"۔(1) اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی عورت فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے ورثاء میں شوہر، ماں، ماں کی طرف سے دو بھائی اور دو سگے بھائی چھوڑ جائے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ شوہر کو نصف، ماں کو چھٹا حصہ، ماں کی طرف سے بھائیوں کو تیسرا حصہ	(21

ABM Workshops

	اور سگے بھائیوں کو کچھ نہ ملے۔ لیکن استحسان کی وجہ سے دونوں سگے بھائیوں کو بھی تیسرے حصے میں ماں کی طرف سے بھائیوں کے ساتھ شریک کرلیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ سوال: استحسان کی اور مثالیں حوالے کے ساتھ قلمبند کریں۔ (1) البحر المحیط للزرکشی (6/87) الاحکام للامدی (4/136) الاحکام لابن حزم (6/192) الوجیز (ص/230)۔
(22	**5۔ استصحاب** **استصحاب کی تعریف** لغوی اعتبار سے استصحاب ساتھ طلب کرنے یا صحبت کے باقی رہنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحی اعتبار سے استصحاب کی تعریف علماء ان الفاظ میں کرتے ہیں (أخذ المجتهد بالأصل عند فقد الدليل الشرعی) "شرعی دلیل نہ ملنے کے وقت مجتہد کا اصل ک پکڑ لینا (استصحاب کہلاتا ہے)۔" (1) بعض علماء نے اس کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی ہے (هو بقاء الأمر على ما كان عليه ما لم يوجد ما بغيره) "جو چیز جس حالت میں پہلے تھی اسے اس وقت تک اسی طرح اپنی حالت میں باقی سمجھنا جب تک کہ کوئی ایسا سبب نہ پایا جائے جو اسے تبدیل کردے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کام جائز تھا تو اسے اس وقت تک جائز ہی سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہ مل جائے اور اگر کوئی عمل ممنوع تھا تو اسے اس وقت تک ممنوع ہی سمجھا جائے جب تک کہ اسکے جواز کی کوئی دلیل نہ مل جائے۔ مثلاً کوئی زندہ تھا تو اسے زندہ ہی سجھا جاتا ہے جب تک کہ اس کی وفات کی خبر نہ مل جائے۔ اسی طرح اگر کوئی غر شادی شدہ تھا تو اسے غیر شادی شدہ ہی سمجھا جاتا ہے جب تک کہ اس کی شادی کی خبر نہ مل جائے۔ سوال: استصحاب کی لغوی اور شرعی تعریف لکھیں۔ (1) الاحکام للامدی (4/111) الاحکام لابن حزم (5/5) اعلام الموقعین (1/255) البحر المحیط (6/16) ارشاد الفحول (ص/308)۔
(23	**استصحاب پر مبنی اصول** (1) الأصل فی الأشیاء الإباحة: تمام اشاء میں اصل اباحت ہے یعنی تمام چیزیں اس وقت تک حلال و مباح ہیں جب تک کہ ان کی حرمت کی دلیل نہ مل جائے۔

ABM Workshops

(2) الأصل براءة الذمة : "اصل میں انسان ہر ذمہ داری سے بری ہے۔یعنی انسان اس وقت تک ہر قسم کے بدلے سزا اور جرم وغیرہ سے بری ہے جب تک کہ اس کا ارتکاب جرم ثابت نہ ہو جائے"۔ (3) الیقین لایزول بالشك : "یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔"یعنی اگر کسی نے وضو کیا ہے تو محض وضو ٹوٹ جانے کا شک ہونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا بلکہ برقرار رہے گا۔ ملاحظہ فرمائیں:شرح قواعد فقہیہ۔الشیخ سعدی	
6۔ مصالح مرسلہ **مصالح مرسلہ کی تعریف** لغوی اعتبار سے مصلحت "نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے "کو کہتے ہیں۔یہ مصلحتیں تین قسم کی ہیں:ایک وہ جنہیں شریعت نے معتبر سمجھا ہے مثلا جان مال دین کی حفاظت وغیرہ ان مصلحتوں کو "مصالح معتبر "کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔دوسری قسم ان مصالح کی ہے جنہیں شریعت نے لغو قرار دیا ہے مثلا حق وراثت میں مرد عورت کی مساوات سود کے ذریعے مال میں اضافہ کرنا اور جان بچانے کے لیے جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنا وغیرہ ان مصلحتوں کو "مصالح ملغاۃ"کا نام دیا گیا ہے۔تیسری قسم ایسی مصلحتوں کی ہے جن کے متعلق شریعت نے معتبر ہونے کی وضاحت کی ہو اور نہ ہی انہیں لغو کہا ہو۔ایسی مصلحتوں کو "مصالح مرسلہ "سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علماء اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: (هی المصلحة التی لا یعلم من الشارع ما یدل علی اعتبارها ولا علی إلغائها)"یہ ایسی مصلحت ہے جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو"۔(1) یعنی ان مصالح میں وہ تمام مصلحتیں شامل ہیں جن کی شریعت نے ترغیب دلائی ہو اور نہ ہی انہیں برا سمجھا ہو اور یہ کسی بھی دور اور زمانے میں پیش آسکتی ہیں مثلا جمع و تدوین قرآن کی مصلحت خلافت عمر میں تقسیم وظائف اور مجاہدین کے لیے رجسٹر بنا لینے کی مصلحت وغیرہ۔ سوال:1۔مصالح کی کتنی قسمیں ہیں اور یہ کس عالم کی تقسیم ہے وضاحت کریں۔ 2۔یہ تعریف مکمل کریں:هی المصلحة التی .... ما یدل علی اعتبارها ولا علی إلغائها۔ (1)الاحکام للامدی(3/139)البحر المحیط(6/76)التحصیل من المحصول(2/331)المستصفی للغزالی (2/139)	(24
7۔سد الذرائع **سد الذرائع کی تعریف**	(25

لغوی اعتبار سے سد کا معنی "روکنا یا بند کر دینا" ہے اور ذرائع ان وسائل کو کہتے ہیں جن کے ذریعے کسی بھی چیز تک پہنچا جا سکے خواہ وہ نفع بخش ہو یا ضرر رساں۔ تاہم یہاں سد الذرائع سے مراد ان وسائل کا انسداد ہے جو معصیت، مفاسد اور نقصان تک پہنچاتے ہوں جیسا کہ اس کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے(هو المنع عما يتوصل به إلى الشيئ الممنوع المشتمل على مفسدة)"سد الذرائع سے مراد ان کاموں سے روک دینا ہے جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز تک پہنچا جا سکتا ہو جو فساد وخرابی پر مشتمل ہو"۔(1)

مثلاً عورتوں کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ یہ زنا کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ شراب پینا حرام ہے کیونکہ یہ عقل اور دین کے نقصان اور عبادات میں کوتاہی کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودوا دینا یا ان کے کھانوں میں زہر ملا دینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ افعال نقصان کا ذریعہ ہیں۔

(1)الموافقات للشاطبی(4/198)اصول الفقہ الإسلامی للدکتور وھبہ زحیلی(2/873)۔

(1) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا)(البقرہ:104)"اے ایمان والو! راعنا کو غلط نہ کہو"اس سے روکنے کا سبب یہ تھا کہ یہودی اس لفظ کے ذریعے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو یہ لفظ کہنے سے ہی روک دیا۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالی یہودیوں پر لعنت کرے ان چربیوں کو حرام کیا گیا لیکن انہوں نے چربیوں کو پگھلایا انہیں فروخت کیا اور پھر ان کی قیمت کھا گئے"۔(1)

(3) حدیث نبوی ہے کہ(دع مايريبك إلى مالا يريبك)"شک وشبہ والی چیزوں کو چھوڑ کے ان اشیاء کو اپناؤ جن میں شک نہ ہو"۔(2)

(4) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ(من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يقع فيه)"جو شخص شبہات میں واقع ہو گیا وہ اس طرح حرام میں واقع ہو گیا جیسا کہ کوئی چرواہا باڑ کے ارد گرد (اپنے جانور) چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ اس باڑ میں واقع ہو جائے"۔(3)

(5) آپ ﷺ نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"ہاں" وہ کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو جواب میں وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔(4)

ABM Workshops

	(6) نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منافقین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔(5) سوال: دع مایریبك إلى مالا یریبك یہ بات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کس صحابی سے فرمائی تھی۔ (1) بخاری:2236، مسلم(1581)احمد(3/324)ابوداؤد(3/756)ترمذی(1297)نسائی(7/309)ابن ماجہ(2167)ابویعلی(1873) ابن الجارود(578)بیہقی(6/12)شرح السنۃ(4/218)۔ (2) صحیح: صحیح نسائی:5269،ترمذی(2518)نسائی(5714)احمد(1/200)حاکم(4/99)ابویعلی(12/132)ابن حبان(الموارد512) الحلیۃ ابی نعیم(8/264)۔ (3) بخاری:52، مسلم(1599)ابوداؤد(3329)نسائی(7/241)ترمذی(1205)ابن ماجہ(3984)احمد(4/269)دارمی(2/245) حمیدی(918)۔ (4) بخاری:5973، مسلم(130)احمد(6545) (5) بخاری:4907، مسلم:4682
(26	سد الذرائع کی حجیت امام احمد اور امام مالک کے نزدیک حجت ہے اور یہی بات برحق ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اسے حجت نہیں مانتے حالانکہ اگر شریعت کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بےشمار مسائل کو مدنظر رکھا ہے۔ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:
(27	8۔ عرف عرف کی تعریف عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مونوس ہو، اس کا عادی ہو، یا ان میں رواج ہو۔ عرف، رواج اور عادت تقریبا ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تعریف سے واضح ہے کہ عرف کبھی قول ہوتا ہے اور کبھی فعل ہوتا، اسی طرح کبھی عام ہوتا ہے اور کبھی خاص۔ عرف قولی کی مثال لفظ "دابۃ" ہے جیسے چوپائے پر تو بولا جاتا ہے لیکن انسان پر نہیں۔ اسی طرح لفظ "طلاق" ازواجی تعلقات کے خاتمے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ عرف فعلی کی مثال عام لوگوں کے لیے بنائے گئے حماموں میں غسل کے لیے داخل ہونا ہے۔ عرف عام وہ ہوتا ہے کہ جو قول یا فعل تمام معاشروں میں رواج پذیر ہو اور عرف خاص اسے کہتے ہیں جو کسی خاص ملک یا شہر یا طبقے میں ہی مروج ہو۔

ABM World

	(1) (وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ)(النساء:6)"یتیم کے ولی کے لیے رخصت دی گئی ہے کہ اگر وہ فقیر ہو تو معروف طریقے سے کھا سکتا ہے۔ یہاں یقینا معروف کا معنی عرف ورواج ہی ہے"۔ (2) قسم کے کفارے کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا کہ (مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ) (المائدہ:89)"ایسا متوسط کھانا جسے تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو"۔ اس آیت میں بھی متوسط کھانے کو عفر پر ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ (3) حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے جب اپنے شوہر (حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ) کے بخیل ہونے کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے فرایا "تم اس کے مال سے بغیر اجازت اتنا لے لو جتنا معروف طریقے سے تمہارے اور تمہارے بیٹوں کے لیے کافی ہو جائے"۔(1) سوال: عرف کی حجیت پر اور احادیث اور اقوال نقل فرمائیں۔ (1)بخاری:5359
(28	حجیت عرف کی شرائط (1)عرف نص کے مخالف نہ ہو۔ (2)عرف اکثر مقامات پر مروج ہو اور لوگوں کی اکثریت اس سے واقف ہو۔ (3)جس مسئلے کے لیے عرف کی حضیت بنایا جارہا ہو، ضروری ہے کہ عرف اس مسئلے سے پہلے موجود ہو۔
(29	9۔ پہلی شریعتوں کے احکام پہلی شریعتوں سے مراد وہ احکام ہیں جنہیں اللہ تعالی نے سابقہ امتوں پر ان کے نبیوں کے ذریعے بھیجا۔ ان احکام کی چار قسمیں ہیں: (1) پہلی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کا ذکر ہماری شریعت میں ہوا اور پھر یہ بھی بتلا دیا گیا کہ ہم پر بھی لازم ہے کہ ان احکام پر عمل کریں۔ ایسے احکام پر عمل کرنا بالاتفاق لازم ہے مثلا قرآن مجید میں ہے(كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ) (البقرہ:183)"تم پر روزے اسی طرح فض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے"۔ (2) دوسری قسم ان احکام کی ہے جنہیں ہماری شریعت میں بیان تو کیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لیے جائز نہیں مثلا سجدہ تعظیمی کرنا، مال غنیمت حرام سمجھنا وغیرہ۔ بالاتفاق ایسے احکام پر عمل کرنا لیے جائز نہیں۔

ABM Workshops

	(3) تیسری قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کا ذکر نہ تو ہماری کتاب میں ہے اور نہ ہی سنت نبوی میں ہے۔ احکام کی یہ قسم بالاتفاق ہمارے لیے شریعت نہیں۔ (4) چوتھی قسم ان احکام پر مشتمل ہے جن کا ذکر تو ہماری شریعت میں موجود ہے لیکن یہ نہیں بتلایا گیا کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لیے بھی درست ہے یا نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ (وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ۔۔۔۔الخ) (المائدہ:45) "ہم نے ان (یہودیوں) پر تورات میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور اسی طرح خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے"۔ ایسے احکام کے متعلق فقہانے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ احکام ہمارے لیے بھی اسی طرح شرعی حیثیت رکھتے ہیں جیسے پہلے لوگوں کے لیے مشروع تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ہمارے حق میں مشروع نہیں کیونکہ شریعتیں ہماری شریعت کی طرح ابدی اور ہمیشہ کے لیے نہیں تھیں۔ اور ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ سابقہ شریعتوں کا ہر وہ حکم جو کتاب و سنت میں مذکور ہے اسکے متعلق یہ بھی لازماً موجود ہے کہ وہ ہمارے لیے بھی مشروع ہے یا نہیں مثلاً گذشتہ آیت میں قصاص کے متعلق جا احکامات بتلائے گئے ہیں یہ تمام احکامات متعدد احادیث سے ثابت ہیں اور ہمارے لیے بھی مشروع ہیں۔
(30	مختلف ادوار میں فقہ اسلامی کا ارتقاء چونکہ فقہ احکام شریعت کے فہم اور عملی زندگی میں ان کے انطباق واستعمال کا نام ہے اس لیے یہ کہنا یقیناً بے جا نہ ہو گا کہ فقہ اسلامی کا آغاز نزول قرآن اور بعثت نبوی کے آغاز سے ہی ہو گیا تھا۔ اور یہ بات بھی حتمی ہے کہ علاقائی تنوع اور گردش زمانہ نئے نئے مسائل وجزئیات کی تخلیق کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ پھر ہر دور میں ان مسائل کو وقت کی ضرورت کے مطابق حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ہر کوئی اپنی زندگی میں حالات کے مطابق مسائل کا صحیح فہم حاصل کر سکے اور پھر ان پر عمل بھی کر سکے۔ لہٰذا فقہ کے تاریخی ارتقاء وتدوین کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے مختلف ادوار میں تقسیم کر دیا جائے سو اس لیے فقہ اسلامی کو آئندہ چھ ادوار میں تقسیم کر کے ان پر مختصر بحث کی جا رہی ہے۔ (1) عہد رسالت (2) عہد کبار صحابہ (3) عہد صغار صحابہ و تابعین (4) عہد تدوین فقہ وحدیث اور دور ائمہ (5) عہد مناظرہ وبحث وتمحیص (6) عہد اندھی تقلید، تعصب اعمی اور اس کی تردید
(31	1۔ عہد رسالت اس دور کی انفرادیت ہ تھی کہ اس میں ہر مسئلے کے حل، قانون سازی اور فتاوی کے لیے رسول اللہ ﷺ خود موجود تھے،

ABM Workshops

	اس دور میں فقہ کے دو ہی بنیادی ماخذ تھے (1) قرآن (2) حدیث
(32	**(1) قرآن** قرآن کریم نبی ﷺ پر تیئیس (23) برس کے عرصے میں نازل ہوا۔ تیر اسال آپ ﷺ کی مکی زندگی کے دوران اور دس سال آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے دوران حالات وواقعات کی ضرورت کے مطابق بتدریج نازل ہوتا رہا۔ قرآن کی سورتوں کی کل تعداد ایک سو چودہ (114) ہے جن میں سے تیئیس (23) مدنی اور باقی مکی ہیں۔ مکی آیات میں زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت، اخلاقیات اور گذشتہ اقوام کے قصص وواقعات موجود ہیں جبکہ مدنی آیات زیادہ تر معاملات اور معاشرتی احکام مثلاً عائلی زندگی نکاح، طلاق، خرید وفروخت، جہاد اور بین القوامی تعلقات وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ عہد رسالت میں فقہ کے تین بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھا گیا: (1) عدم حرج (2) قلت تکلیف (3) تدریج
(33	**(2) حدیث** ہر ایسا قول، فعل یا تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جائے حدیث کہلاتی ہے۔ حدیث کی تین قسمیں کی جاتی ہیں : قولی حدیث: جس میں آپ ﷺ کا کوئی قول بیان کیا گیا ہو۔ فعلی حدیث: جس میں آپ ﷺ کو کوئی فعل مذکور ہو۔ تقریری حدیث: جس میں یہ مذکور ہو کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا یا آپ ﷺ کے علم میں آیا لیکن آپ ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ قرآن میں بار بار اطاعت الہی کے بعد اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری قرآن کی تشریح وتفسیر کر کے امت کی مشکلات حل کرنا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے: (1) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّـهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ) (النساء:59)"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"۔ (2) (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا) (الحشر:7)"اور جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے باز آجاؤ"۔

ABM Workshops

(3) (وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ) (النحل:44)"ہم نے آپ کی طرف اس لیے ذکر نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کی طرف نازل شدہ احکامات کو واضح کر دیں"۔

(4) رسول اللہ ﷺ نے "غیر المغضوب علیهم و لاالضالین" کے متعلق بتلایا کہ اس سے یہود و نصاری مراد ہیں۔(1)

(5) قرآن میں ہے کہ مردار اور خون حرام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ دو مردار "مچھلی اور ٹڈی" اور دو خون "جگر اور تلی" حلال ہیں۔(2)

علاوہ ازیں حدیث میں بعض ایسے احکام بھی موجود ہیں جن کا سرے سے قرآن میں ذکر ہی نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "پھوپھی اور بھتیجی" خالہ اور بھانجی کا نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔(3)

قرآن اور سنت کے متعلق مزید معلومات کے لیے گذشتہ مآخذ کا مطالعہ کیجئے۔

سوال: عہد رسالت میں فقہ مصدر کیا کیا تھے دلیل دیں۔

(34 عہد رسالت میں صحابہ کے اجتہاد کی چند مثالیں

عہد رسالت میں صحابہ کے اجتہاد کی بھی چند مثالیں ملتی ہیں لیکن یہ اجتہاد اس قسم کا تھا کہ اس کی تصدیق یا تکذیب رسول اللہ ﷺ خود ہی فرمادیا کرتے تھے۔

(1) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سخت سردی میں جنبی ہو گئے تو انہوں نے بیمار ہونے کے خدشے سے اس آیت کو سامنے رکھا(وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) (البقرہ:195)"اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو" اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی جب نبی ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا"۔(4)

(2) ایک دفعہ دو صحابہ سفر پر تھے نماز کا وقت ہوا تو پانی میسر نہ تھا اس لیے انہوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ بعد ازاں نماز کے وقت میں ہی پانی مل گیا تو ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی اور دوسرے نے نہ پڑھی۔ جب انہوں نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ نماز پڑھنے والے کے لیے کہا: تجھے اجر ملے گا۔ لیکن جس نے نماز دوبارہ نماز نہیں پڑھی تھی آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کہا(أصبت السنة)"تم سنت کو پہنچے ہو"۔(5)

(3) نبی ﷺ نے صحابہ کو روانہ کرتے وقت فرمایا: عصر کی نماز بنو قریضہ پہنچ کر پڑھیں۔ وہاں پہنچنے میں تاخیر ہو گئی اور اگر صحابہ بنو قریضہ پہنچنے کا انتظار کرتے رہتے تو یقینا نماز وقت سے مؤخر ہو جاتی اس لیے کچھ نے تو راستے میں ہی یہ

کہتے ہوئے نماز پڑھ لی کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ راستے میں نماز ادا نہ کرنا اور کچھ نے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے نہ پڑھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ فرمایا میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ تم راستے میں نماز پڑھنا تاہم دونوں کی نماز صحیح ہے۔ (6)

(1) حسن: بیھقی (4329) عبد الرزاق (فی التفسیر) احمد (32/5) طبری (198)

(2) صحیح: صحیح ابن ماجہ (2679)، ابن ماجہ (331/4)

(3) مسلم (2516)، سنن ابُودَوُد (2065)

(4) صحیح: صحیح ابوداوَد (323)، ابوداوَد (334)

(5) صحیح: صحیح ابوداوَد (327)، ابوداوَد (338)

(6) بخاری (946)

(35

2۔ عہد کبار صحابہ

یہ دور 11ھ سے 40ھ تک ہے۔ اس دور میں صحابہ قرآن و سنت کے علاوہ اجماع و قیاس کے ذریعے بھی مسائل کا استنباط کرنے لگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسلامی سلطنت کی روز افزوں وسعت کے پیش نظر نت نئے اور پیچیدہ مسائل پیش آجاتے جن کے لیے احکام موجود نہیں ہوتے تھے۔ اس صورت حال میں صحابہ کو مجبوراً مشورے اور رائے سے کام لینا پڑتا۔

(36

جن مسائل پر صحابہ نے اجماع کیا

اس دور میں بعض مسائل پر صحابہ میں اجماع بھی ہوا مثلاً تدین کے خلاف جنگ، منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد، جمع و تدوین قرآن، خوارج اور باغیوں کے خلاف جنگ، غیر مسلموں سے معاہدات اور باجماعت نماز تراویح کا اہتمام وغیرہ۔

(37

استنباط احکام کے طریقے

اس دور میں مسائل کے استنباط کی دو ہی صورتیں تھیں:

(1) قرآن و حدیث میں موجود ظاہری نصوص سے احکام مستنبط کیے جاتے۔

(2) جو مسائل قرآن و حدیث میں موجود نہ ہوتے ان کا حکم تلاش کرنے کے لیے قرآن و حدیث کی کوئی ایسی نص تلاش کی جاتی جس میں وہی علت ہوتی جو اس مسئلے میں پائی جاتی۔ پھر علت مشترک ہونے کے باعث نص کا حکم مطلوبہ مسئلے پر لگا دیا جاتا۔ اس طریقے کو رائے اور قیاس کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ طریقے بہت محدود اور نادر تھا۔ اسے صرف اس وقت استعمال کیا جاتا تھا جب اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

ABM Works

(38 **خلافائے اربعہ کا طریقہ کار**

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی مسئلہ در پیش ہوتا تو اسے قرآن میں تلاش کرتے۔ اگر قرآن میں نہ ملتا تو حدیث میں تلاش کرتے اور اگر حدیث میں بھی نہ ملتا تو اہل علم صحابہ سے مشورہ کرتے پھر وہ سب جس پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔

(39 **عہد صحابہ میں اجتہاد کی چند مثالیں**

(1) ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس کا حق مہر مقرر نہیں کیا اور پھر اس سے ہم بستری سے پہلے وفات پا گیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عورت کے لیے مہر مثل کا فتوی دیا اور فرمایا "اگر یہ فیصلہ صحیح ہو تو اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور خطا ہو تو میری اور شیطاب کی طرف سے ہے، اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے بری ہیں"۔ یہ فیصلہ سن کر اس مجلس میں موجود صحابی حضرت معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا "آپ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے بردع بنت واشق اشجعیہ کے لیے کیا تھا"۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے خوش نہ ہوئے تھے۔(1)

(2) نبی ﷺ کی وفات کے بعد قبائل نے زکوۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا ارادہ کیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے خلاف جہاد کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ وہ مسلمان ہیں۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ان کے خلاف جہاد اس لیے ضروری ہے کہ کیونکہ یہ نماز اور زکوۃ میں فرق کرتے ہیں (لأقاتلن من فرق بين الصلاة والزكوة)" میں اس سے ضرور قتال کروں گا جو نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کرے گا"۔(2)

(3) سورہ بقرہ میں اللہ تعالی نے بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن مقرر فرمائی ہے جبکہ سورہ طلاق میں حاملہ کی عدت وضع حمل بتائی گئی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مؤقف یہ ہے کہ دونوں میں سے جو مدت طویل ہے وہ عدت ہے (يعني أبعد الأجلين) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کی عدت صرف وضع حمل ہی ہے (یہی قول راجح ہے)۔(3)

(1) صحیح: صحیح ابو داؤد (1857)، سنن ابو داؤد (2114)

(2) بخاری (1400،1399)

(3) تفسیر ابن کثیر (1/570)

ABM Workshops

40)

اجتہاد صحابہ میں اختلاف کی وجوہات

واضح رہے کہ صحابہ کرام کے مابین اسطنباط احکام میں اختلاف تو ہو لیکن بہت کم اور جو اختلاف ہو اس میں انہیں صرف حق مطلوب ہو تا تھا نہ تعصب و تنگ نظری۔ اختلاف صحابہ کے تجزیے سے مندرجہ ذیل وجوہات سامنے آتی ہیں:

(1) لفظ کے ایک سے زیادہ معانی ہوں:

جیسا کہ قرآن میں مطلقہ عورت کی عدت (ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ)(البقرہ:228)" تین قرو" بیان ہوئی ہے۔ لفظ قرو حیض کے لیے بھی آتا ہے اور طہر کے لیے بھی۔ اس لیے کے معنی کی تین میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے حیض مراد لیتے ہیں جبکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ طہر مراد لیتے ہیں۔(4)

(2) حدیث کا عدم سماع:

یعنی ایک صحابی نے حدیث سن لی اور دوسرے نے نہ سنی بلکہ اپنے اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کر دیا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ غسل کے وقت خواتین کو سر کے بال کھولنے کا حکم دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے اور میں صرف اپنے سر پر تین چلو ڈال لیا کرتی تھی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات برحق ہے)۔(5)

(4) تفسیر ابن کثیر (1/542)

(5) الانصاف فی معرفۃ الراجع من الخلاف (ص/7) مسلم (1/260)

(3) فعل کا حکم سمجھنے میں فرق:

یعنی لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا تو بعض نے اسے سمجھ لیا اور بعض نے محض مباح جائز۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے حج سے واپسی پر ابطح مقام پر قیام فرمایا۔(1)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اسے حج کی سنت قرار دیتے ہس جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے محض ایک اتفاق عمل قرار دیتے ہیں۔

(4) سہو و نسیان:

مراد یہ ہے کہ کوئی صحابی نبی ﷺ کا کوئی فعل بیان کرے اور اس میں بھول کر غلیظ حکم لگا دے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے ماہ رجب میں عمرہ کیا۔(2)

ABM Workshops

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا کہ ابن عمر نے بھول کر یہ بات کہ دی ہے فی الحقیقت آپ ﷺ نے رجب میں عمر کوئی عمرہ نہیں کیا۔

(5) ضبط کا مختلف ہونا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "میت کو اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے"۔ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے وہم شمار کیا کرتی تھیں۔(3)

(6) حکم کی علت میں اختلاف:

مثلاً جنازے کے لیے کھڑا ہونا۔ بعض صحابہ کو موقف تھا کہ اس کی علت فرشتوں کی تعظیم ہے اس لیے مومن اور کافر دونوں کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ بعض کا مؤقف تھا کہ یہ تھا کہ موت کی ہولناکی کے باعث ہے اس لیے انہوں نے بھی مومن اور کافر دونوں کے لیے کھڑا ہونا ثابت کیا۔ اور بعض کہتے تھے کہ نب ﷺ یہودی کے جنازے کے لیے کھڑت ہوئے تھے کہ کہیں وہ آپ ﷺ کے سر سے بھی اونچا نہ ہو جائے اس لیے صرف کافر کے جنازے کے لیے کھڑا ہونا چاہئیے مسلمان کے جنازے کے لیے نہیں (فی الحقیقت یہ قیام ہر ایک کے لیے منسوخ ہو چکا ہے)۔

(7) مختلف روایات کو جمع کرنے میں اختلاف

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر قضائے حاجب کی۔ بعض نے آپ ﷺ کے عمل کو ممانعت کے لیے ناسخ قرار دیا ہے اور بعض نے ممانعت کو صحراء کے ساتھ خاص کیا ہے اور عمارت یا بیت الخلاء میں قبلہ رخ ہو کر قضائے حاجت کی اجازت دی ہے۔

(1) بخاری مع الفتح (3/391)

(2) بخاری مع الفتح (3/151) مسلم (2/642)

(3) صحیح: صحیح ابوداؤد (2683)، سنن ابوداود (3129)

(41) علماء کے مابین اختلاف کے اسباب

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" میں ان وجوہات کا ذکر کیا ہے جس کی بنا پر ہمارے ائمہ کرام نے فقہی امور میں اختلاف کیا۔ جس کا مطالعہ انتہائی مفید ہے:

اگر کسی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اس کی درج ذیل وجوہات میں سے کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔

ا۔ امام تک حدیث کا نہ پہنچنا رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات فرماتے یا کوئی عمل کرتے تو اس محفل میں موجود صحابہ

کرام اس بات کو یاد رکھتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اس بات کو دوسروں تک پہنچاتے اور بعض اوقات ایک مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جن باتوں کا علم ہوتا دوسری مجلس والے ان سے محروم رہتے۔لہذا کوئی عالم بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے تمام احادیث رسول کا احاطہ کر لیا ہے اور جب کسی عالم کو حدیث نہ ملے تو وہ اس پر کیسے عمل کر سکتا ہے؟ شرعاً بھی وہ اس حدیث پر عمل کرنے کا مکلف نہیں۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

(1) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو سفر و حضر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تھے) سے پوچھا گیا کہ کیا میراث میں دادی کا حصہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ " اللہ کی کتاب میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں اور میرے علم کے مطابق سنت رسول میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں البتہ میں لوگوں سے پوچھوں گا۔پھر مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ میراث دلوائی"۔ (ابوداود ۔ترمذی(

(2) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان معلوم نہ تھا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے اور اس کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے۔ابو سعید خدری اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی خبر دی۔حالانکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام دیگر صحابہ سے بہت بلند ہے (بخاری ۶۲۴۵، مسلم ۲۱۵۳)

(3) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام جا رہے تھے راستہ میں انہیں معلوم ہوا کہ شام میں طاعون پھیلا ہوا ہے۔آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔کسی کو بھی حدیث رسول معلوم نہ تھی یہاں تک کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی کہ" جب کسی علاقہ میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو اور جب تمہیں پتہ چلے کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل چکا ہے تو وہاں مت جائو (بخاری : ۵۷۲۹.)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے بڑے عالم، فقیہ اور صاحب تقویٰ تھے وہ بھی بعض دینی احکام و مسائل سے آگاہ نہ تھے اس طرح ہر امام کو تمام صحیح احادیث معلوم نہ تھیں کیونکہ کتب احادیث اس وقت لکھی گئیں جب ان ائمہ کا دور ختم ہو چکا تھا اور مجتہد کے لیئے ضروری نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال و اعمال کا علم رکھتا ہو ۔ اس کے لیئے اکثر دینی احکام و مسائل سے آگاہ ہونا کافی ہے۔

2۔ حدیث کی صحت رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیل گئیں ان میں بکثرت احادیث ایسی بھی تھیں جو بعض علما تک ضعیف سند کے ساتھ پہنچیں اور انہوں نے اس حدیث کی صحت کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس کی سند میں ان کے نزدیک کوئی راوی مجہول الحال ہوتا ہے یا اسے وہ روایت منقطع سند سے پہنچتی ہے۔ جبکہ دیگر علماء کو وہی روایت اسناد صحیحہ مرفوعہ کے ساتھ پہنچیں ان کو اس مجہول راوی کا پتہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے یا اس حدیث کے ایسے شواہد و متابعات پائے جاتے ہوں جن سے وہ روایت صحیح بن جاتی ہے یہ وہ اہم وجہ ہے جس کی بنا پر ایک عالم کسی حدیث صحیح کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اسے وہ حدیث ضعیف سند سے پہنچتی ہے۔

3۔ سند میں موجود راویوں کے حالات پر اختلاف بعض اوقات حدیث کے کسی راوی کو ایک امام ثقہ قرار دیتا ہے اور دوسرا ضعیف کہتا ہے۔ حدیث کو ثقہ قرار دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ حدیث کے ضعیف ہونے کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ درست نہیں۔ بعض اوقات حدیث کے راوی کا بڑھاپے میں حافظہ خراب ہو جاتا ہے یا اس کی کتب جل جاتی ہیں۔ بعض محدثین یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ اس نے یہ حدیث کس دور میں بیان کی اور وہ کتب کے جل جانے سے پہلے کی بیان کردہ روایات کو ثقہ قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے محدثین اس علم کے نہ ہونے کی بنا پر اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔

4۔ راوی کا بھول جانا بعض اوقات خود راوی کو حدیث یاد نہیں رہتی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جنبی ہو جائے، پانی دستیاب نہ ہو تو وہ نماز کیسے ادا کرے۔ فرمایا جب تک پانی نہ ملے نماز ادا نہ کرے۔ یہ سن کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ اونٹوں کے ریوڑ میں مقیم تھے اور ہم جنبی ہو گئے۔ میں مٹی میں ایسے لوٹا جیسے چوپایا لوٹتا ہے (پھر نماز ادا کر لی) مگر آپ نے نماز ادا نہ کی اور یہ ماجرا بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "تمہارے لیئے صرف یہ کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان دونوں سے اپنے منہ اور ہتھیلیوں پر مسح کیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا "اے عمار اللہ سے ڈرو"۔ عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کیا کروں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا مطلب یہ نہیں۔ جب تم نے اس کی ذمہ داری اپنی

ذات پر ڈالی ہے تو ہم بھی اسے تم پر ڈالتے ہیں (بخاری ۳۴۵ مسلم ۳۶۸)

گویا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہ واقعہ یاد نہ آیا لیکن آپ نے عمار کو جھوٹا قرار نہ دیا بلکہ اس حدیث کو بیان کرنے کی اجازت دی۔

5۔ کسی حدیث سے غلط مفہوم لینے کا خوف بعض اوقات ائمہ دیکھتے ہیں کہ لوگ کسی حدیث کا غلط فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے اس مباح کام سے روک دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے بتایئے کہ اگر مجھے نہانے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو میں کیا کروں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ جب تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھو۔ ابو موسی اشعری کہنے لگے کہ عمار رضی اللہ عنہ کی روایت کا کیا جواب ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے لیے (مٹی سے تیمم) کافی ہے تو فرمانے لگے کہ عمر فاروق نے اسے کافی نہ سمجھا۔ ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے آپ اس آیت (المائدہ :٦) کا کیا کریں گے ۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اگر لوگوں کو اس معاملہ میں اجازت دے دیں تو جس کو پانی ٹھنڈا لگے گا وہ تیمم کر لے گا۔" (بخاری:۳۴٦)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دور خلافت میں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک 'تین طلاقیں ایک طلاق ہی شمار ہوتی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایسے معاملہ میں جلدی کی جس کے لیے انہیں سہولت دی گئی تھی 'پس چاہیے کہ ہم اسے نافذ کر دیں لہٰذا آپ نے اسے ان پر جاری کر دیا (یعنی تین طلاقوں کے بیک وقت تین واقع ہونے کا حکم دے دیا) (مسلم :۱۴۷۲)

6۔ غریب الاستعمال الفاظ بعض اوقات ایک عالم غلطی میں اس لیئے مبتلا ہوتا ہے کہ وہ ان میں استعمال ہونے والے الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں پاتا مثلاً-:

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "(وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ "(البقرۃ ١٨٧)" اور تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو

جائے۔" تو میں نے دو دھاگے لیئے ایک سیاہ اور ایک سفید۔ میں نے دونوں دھاگے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیئے اور ان کو دیکھتا رہا۔ جب سفید دھاگا نظر آنے لگا تو کھانا بند کر دیا۔ صبح میں نے رسول اللہ ﷺ سے ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا تکیہ تو بڑا وسیع ہے (جو پوری کائنات پر محیط ہے) یاد رکھو سفید دھاگے سے مراد دن کی سفیدی اور سیاہ دھاگے سے مراد رات کا اندھیرا ہے (یعنی جب دن کی سفیدی رات کے اندھیرے سے ممتاز ہو جائے یعنی فجر صادق تو کھانا پینا بند کر دو) (بخاری ۴۵۰۹ مسلم ۱۰۹۰)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع الحصاۃ اور بیع الغرر سے منع فرمایا (مسلم ۱۵۱۳) بیع الحصاۃ اور بیع الغرر اور اس طرح کے دیگر نادر الاستعمال الفاظ کی تشریح میں علماء کرام کا اختلاف ہو جاتا ہے۔

7۔ حدیث کے الفاظ کے مفہوم میں اختلاف بعض اوقات ایک عالم حدیث پر اس لیئے عمل نہیں کرتا کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ حدیث زیر بحث مسئلہ پر دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ حدیث میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ مجمل ہے اس کا مفہوم واضح نہیں یا یہ لفظ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے اور اس موقع پر کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے پتہ چلے کہ یہاں کون سے معنی مراد ہیں یا ایک امام ایک معنیٰ اور دوسرا کوئی اور سمجھتا ہے۔

8۔ دو مختلف احادیث میں تطبیق بعض اوقات ایک عالم ایک حدیث کو قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے اس کے پاس ایک ایسی (قرآن و سنت کی) دلیل ہے جس کی بنا پر اس مسئلہ پر اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ دو مختلف اقوال کے تعارض کو دور کرنا اور بعض کو بعض پر ترجیح دینا آسان کام نہیں مثلاً ایک عام دلیل کسی خاص دلیل کے خلاف ہو۔ یا مطلق اور مقید کے مابین اختلاف پایا جاتا ہو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ خندق کے بعد فرمایا تم میں سے ہر شخص عصر کی نماز بنو قریظہ میں جا کر پڑھے۔ اب نماز کا وقت راستے میں ہو گیا تو بعض نے کہا کہ جب تک ہم بنو قریظہ پہنچ نہ لیں عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے اور بعضوں نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں کیونکہ آپ کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہم نماز قضا کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اس امر کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے کسی پر خفگی نہیں کی۔ (بخاری: ۴۱۱۹ مسلم ۱۷۷۰)

گویا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ عام ہیں جن کا منشا یہ ہے کہ نماز بنو قریظہ

کے ہاں جا کر ہی ادا کرنی چاہیے ۔ اگرچہ ایسا کرنے میں نماز کا وقت ہی کیوں نہ چلا جائے۔اور بعض نے ان کے الفاظ کا یہ مطلب سمجھا کہ وہاں جلد پہنچ کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لینا چاہیے۔

9۔حدیث مخالف کو منسوخ سمجھنا بعض اوقات ایک عالم ایک حدیث پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اس کے خیال میں ایک دوسری حدیث ہے اور زیر بحث روایت ضعیف ہے یا

منسوخ ہے یا اس میں تاویل کی گنجائش ہے۔حالانکہ زیر بحث حدیث جسے وہ عالم ضعیف سمجھتا ہے سند اور متن کے اعتبار سے بلحاظ صحت و ثقاہت ثابت ہے۔یا وہ حدیث جس کو وہ ناسخ جانتا ہے وہ حقیقت میں منسوخ ہے یا اسے تاویل کرنے میں غلطی لگی ہو اور اس نے اس کے وہ معانی بیان کئے ہیں جن کی اس کے الفاظ میں سرے سے گنجائش ہی نہیں۔

علماء کا طرز عمل:۔

بعض اوقات عالم اپنی دلیل بیان کرتا ہے اور بعض اوقات وہ کوئی دلیل بیان ہی نہیں کرتا اور جب وہ دلیل بیان کرتا ہے تو کبھی وہ دلیل ہم تک پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہنچتی۔ کبھی ہم ان کے انداز استدلال کو سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں سمجھتے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی بیان کردہ دلیل درست ہے یا غلط۔یہ ان وجوہات میں سے چند ہیں کہ جن کی بنا پر ہمارے سلف صالحین میں اجتہادی مسائل میں اختلاف ہوا اور بعض علماء نے بعض احادیث پر عمل نہیں کیا اور ترک حدیث کے باوجود یہ علماء اہل سنت کے امام مشہور ہوئے۔انہوں نے اجتہاد کیا۔اگر انہوں نے اجتہاد میں خطاء کی تو بھی ان کے لیئے ایک اجر ہے۔

جو شخص کسی حدیث پر عمل نہیں کرتا تو اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں۔ 1۔بلا جواز:۔یہ اسی شخص کا کام ہے جو خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر باطل کی حمایت کرے جو شخص باطل کو پہچان کر اس کی تائید کرے جبکہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو وہ مجرم ہے۔رہے ہمارے ائمہ تو یہ ممکن نہیں کہ کوئی عالم بلا وجہ یا بلا جواز حدیث پر عمل کرنا ترک کرے۔

2۔ سہل انگاری:۔علماء کرام سے یہ اندیشہ تو ہے کہ وہ پیش آنے والے مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے میں سہل انگاری اور سستی کریں۔ معمولی غور و فکر کے بعد فتویٰ دے دیں اور استدلال کرنے میں بھی کوتاہی سے کام لیں اور اس بات کو پیش نظر نہ رکھیں کہ ان کے فتویٰ کے خلاف دلیل موجود ہے یا وہ اس بات کی فکر ہی نہ کریں کہ ان کے اجتہاد کا کیا نتیجہ نکلے گا؟

اسی لیئے ہمارے ائمہ فتویٰ دینے سے بچنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ اس مسئلہ کی تحقیق میں جس محنت کی ضرورت ہے وہ نہ کر سکیں گے۔ البتہ یہ سہل انگاری گناہ ہے مگر علماء حقہ سے جب ایسا گناہ ہو جائے تو وہ توبہ استغفار، اعمال صالحہ کرنے سے، آنے والی مصیبتیں اور بیماریوں، شفاعت اور رحمت الٰہی کی بنا پر گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

3۔ جائز اور درست وجہ:۔ اگر کسی مسئلہ میں شرعی حکم معلوم کرنے اور فتویٰ دینے کی ضرورت ہو اور قرآن وسنت سے مسئلہ اخذ کرنے کے لیئے کسی سستی اور سہل انگاری سے کام نہ لیا جائے اور اس کے باوجود صحیح فیصلہ نہ ہوا ہو تو یہ ترک عمل جائز اور درست ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان مسائل میں راجح بات تو بیان کی جائے گی، مگر امت میں ان مسائل کی بنا پر دشمنی پیدا نہیں کی جائے گی جیسا کہ آج کل رکوع کی رکعت، امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا، نماز جنازہ سری یا جہری پڑھنا، غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا اور ایسے ہی بہت سے مسائل کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر تک کر دی جاتی ہے۔ یقیناً یہ روش درست نہیں۔

رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہاتھوں کو باندھنے پر اختلاف کے جواب میں مفتی اعظم الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"افضل یہ ہے کہ ہاتھوں کو سینہ پر باندھا جائے خواہ وہ قیام رکوع سے پہلے ہو یا بعد میں................ لیکن یاد رہے کہ ہاتھوں کو باندھنا یا چھوڑ دینا ان مسائل میں سے نہیں کہ جن کی وجہ سے امت میں اختلاف اور دشمنی پیدا کی جائے بلکہ مسلمانوں کے لیئے واجب ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں، اللہ تعالیٰ کے لیئے ایک دوسرے سے محبت کریں، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کریں خواہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے یا چھوڑنے جیسے فروعی مسائل میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ہاتھوں کو باندھنا سنت ہے واجب نہیں، جو شخص ہاتھوں کو باندھ کر نماز پڑھے یا چھوڑ کر اس کی نماز صحیح ہے ہاں البتہ ہاتھوں کو باندھنا افضل اور مشروع ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے قول و فعل کے مطابق ہے (فتاویٰ اسلامیہ جلد اوّل ۴۱۰)

سوال: علماء کے درمیان اختلاف ہونے کے اسباب یاد کریں اور نقل کریں۔

(42

دور صحابہ میں فقہ کی خصوصیات

یہ دور چونکہ بالکل نبی ﷺ سے متصل تھا اور اس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا(خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم)"زمانوں میں بہترین میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان کے قریب ہوں گے اور پھر ان کا جو ان کے قریب ہوں گے"۔(1)

اس لیے اس میں دینداری، تقوی، خدا پرستی، خشوع و خضوع اور عجز وانکساری زیادہ تھی۔ صحابہ ہر وقت اللہ تعالی سے ڈرتے رہتے تھے۔ کسی بھی مسئلے کے استنباط میں بہت زیادہ احتیاط کیا کرتے تھے اور انہیں آپ ﷺ کا وہ فرمان بھی ہر لمحہ یاد رہتا تھا(من كذب علي متعمدا فليفتوا مقعده من النار)"جس شخص نے جان بوجھ کر کوئی جھوٹی بات میری طرف منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ آگ بنالے"۔(2)

اور اگرچہ ان میں اختلاف ہوتا لیکن ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے کیسا کہ قرآن نے بھی اس کی تصدیق کی ہے (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ)(الفتح:29)"صحابہ آپس میں نہایت رحمدل ہیں"۔ان میں یہ بھی خصوصیت موجود تھی کہ اگر کوئی حدیث مل جاتی تو پھر اپنے اجتہاد پر مصر نہ رہتے بلکہ فوراً اپنی بات چھوڑ کر حدیث کے مسئلے کو تسلیم کر لیتے۔

(1) بخاری(2651) کتاب الشھادات: باب لا دیشھد علی شھادۃ جور اذا اشھد۔

(2) صحیح: صحیح ابوداؤد(3102)، سنن ابوداؤد(3650)۔

43) کبار فقیہ صحابہ کرام

اس دور میں شرعی احکام کے استنباط اور تفقہ وجتہاد میں جن صحابہ کے نام سرفہرست نظر آتے ہیں ان میں حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعد، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کثرت سے فتوے دیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابو بکر، حضرت عثمان، حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو سعید خذری، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سلمان فارسی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حجرت معاذ بن جبل، حضرت جابرِ حضرت عبادہ بن صامت، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم بھی فتوے دیا کرتے تھے۔

44) عہد صغار صحابہ و تابعین

یہ دور 41ھ سے دوسری صدی ہجری کے آغاز تک ہے۔ اس دور کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں صحابہ کرام مدینہ سے نکل کر سوردراز علاقوں میں چلے گئے اور لوگوں کو دین کی تعلیم دینے لگے۔ صحابہ کی علمی و عملی بصیرت کے باعث تشنگان علم کثرت کے ساتھ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح جہاں وسیع پیمانے پر دین کی نشرواشاعت ہوئی وہاں صاحب علم تابعین کی ایک ایسی جماعت بھی تیار ہو گئی کہ لوگ جن سے استفادے کے محتاج ہو گئے۔

عہد صحابہ میں چونکہ کتاب وسنت ہی احکام کا مرجع تھا اور قیاس کی بہت کم ضرورت پیش آتی تھی اس لیے قیاس یا رائے کے متعلق زیادہ بحث و تمحیص اور اختلاف وجود میں نہ آیا لیکن اس دور میں مسائل کی کثرت کے باعث کثرت قیاس کی ضرورت پیش آتی تو یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ کیا قیاس جائز ہے یا نہیں؟ ان حالات میں فقہاو مفتیان کے دو طبقے ابھرے:

	(1)اہل حدیث (2)اہل رائے اہل حدیث یہ وہ لوگ تھے جو ہر مسئلے میں فیصلہ کرتے وقت صرف نصوص شرعیہ یعنی کتاب وسنت تک محدود رہتے۔ اگر انہیں ان میں کوئی مسئلہ نہ ملتا تو توقف وسکوت اختیار کر لیتے اور رائے وقیاس سے حتی الواسع اجتناب کی ہی کوشش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں اس قدر مسائل واحکام مدون نہ ہو سکے جتنے اہل رائے کے پاس ہو گئے۔ اہل رائے اس گروہ میں شامل لوگ مسائل کا حقیقی مصدر و سرچشمہ تو کتاب وسنت کو ہی تسلیم کرتے تھے لیکن جب انہیں کتاب وسنت میں کوئی واضح حکم نہ ملتا تو قیاس ورائے کے ذریعے فتوی دیتے۔ شرعی احکام کے علل واسباب اور اغراض ومقاصد کو استنباط مسائل میں ملحوظ رکھتے اور اصول وقوانین کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرتے۔ ایسے لوگ اکثر اہل عراق ہیں اور اہل حدیث زیادہ اہل حجاز ہیں۔ سوال: عہد صحابہ میں فقیہ صحابہ کون تھے اور انکے بعد کونسا فرقہ اٹھا اور ناحق قیاس ارائیاں کرنے لگا؟
(45	مفتیان مدینہ اس علاقے کے مشہور فقیہ صحابہ کے نام یہ ہیں: (1)ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (2)حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (3)حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ سے علم حاصل کرنے والے کبار تابعین مندرجہ ذیل ہیں: (1)سعید بن مسیب مخزومی رحمہ اللہ (2)عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (3)ابو بکر بن عبد الرحمن مخزومی رحمہ اللہ (4)زین العابدین بن حسین رحمہ اللہ (5)عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمہ اللہ (6)سالم بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ (7)سلیمان بن یسار رحمہ اللہ (8) قاسم بن محمد ابی بکر رحمہ اللہ (9)نافع مولی عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ (10) محمد بن مسلم رحمہ اللہ (11)ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ (12)ابو الزناد رحمہ اللہ (13)یحی بن سعید انصاری رحمہ اللہ (14)ربیع بن ابی عبد الرحمن رحمہ اللہ
(46	مفتیان مکہ

ABM Workshops

	صحابہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے علم حاصل کرنے والے چند نمایاں تابعین مندرجہ ذیل ہیں: (1)مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ (2)عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (3)عکرمہ مولی ابن عباس رحمہ اللہ (4)ابو الزبیر محمد بن مسلم رحمہ اللہ
(47	مفتیان کوفہ اس علاقے کے فقیہ صحابہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ شامل ہیں: ان صحابہ سے کسب فیض کرنے والے تابعین مندرجہ ذیل ہیں: (1)علقمہ بن قیس رحمہ اللہ (2)ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (3)مسروق رحمہ اللہ (4)سعد بن جبیر رحمہ اللہ (5)عبیدہ بن عمرو السلمانی رحمہ اللہ (6)عامر بن شراحیل رحمہ اللہ (7)شریح بن حارث کندی رحمہ اللہ
(48	مفتیان بصرہ صحابہ میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس علاقے میں اشاعت دین کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اور تابعین میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں: (1)ابو العالیہ رفیع بن مہران الریاحی رحمہ اللہ (2)قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ (3)حسن بن ابی الحسن یسار رحمہ اللہ (4)ابو الشعثاء جابر بن زید رحمہ اللہ (5)محمد بن سیرین رحمہ اللہ
(49	مفتیان یمن اس علاقے میں مندرجہ ذیل تابعین موجود تھے: (1)طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ (2)یحیی بن ابی کثیر رحمہ اللہ (3)وھب بن منبہ رحمہ اللہ
(50	مفتیان مصر قاری قرآن صحابہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس علاقے کے مفتی تھے اور تابعین میں سے چند ایک یہ ہیں۔ (1)ابو الخیر مرشد بن عبد اللہ رحمہ اللہ (2)یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ
(51	مفتیان شام حضرت عبد الرحمن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس علاقے میں علم فقہ کی تعلیم کے لیے روانہ کیا ۔اس علاقے کے فقیہ تابعین مندرجہ ذیل ہیں:

ABM Workshops

(1)رجاء بن حیاۃ کندی رحمہ اللہ (2)قبیصہ بن ذویب رحمہ اللہ (3)مکحول بن ابی مسلم رحمہ اللہ (4)ابوادریس خولانی رحمہ اللہ (5)عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سوال: وہ کونسے صحابی ہیں جن کی فقاہت پر عمر رضی اللہ عنہ نے تعریف کی؟	
فرقوں کا ظہور یہی وہ دور ہے جس میں دو متعصب اور غالی قسم کے فرقوں کا ظہور ہوا ان میں سے ایک شیعہ حضرات ہیں۔ اور دوسرے خوارج ہیں۔ **شیعہ حضرات** اس فرقے کی بنیاد حب اہل بیت یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کی محبت میں غلوکاری اور بزرگی و برتر صحابہ کی شان میں گستاخی پر رکھی گئی۔ انہوں نے پہلے تینوں خلافائے راشدین کو غاصب خلافت قرار دے کر ہدف لعن طعن بنایا اور دیگر صحابہ سے بھی بیزاری کا اظہار کیا یہی وجہ ہے کہ صحابہ سے حاصل ہونے والی احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ انہوں نے ضائع ورد کر دیا اور من گھڑت خیالات واوہام کو کذب وافتراء کے ذریعے روایات کا درجہ دے دیا۔ یہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو بھی محرف قرار دیا۔ اسی لیے علمائے حدیث نے ایسے شیعہ حضرات کی روایات کو قبول کرنے میں بہت زیادہ توقف سے ہی کام لیا۔ **خوارج** انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت پر رکھی۔ یہ دین سے خارج ایسے لوگ تھے جو بظاہر اسلام کا ہی لبادہ اوڑھے ہوئے تھے لیکن ان کا یہ تعصب و نفرت شرعی احکام کے استنباط میں بھی گہرا اثر کر چکا تھا۔ چونکہ ان کے عقائد و نظریات بعید از اسلام اور محض تشدد و جارحیت پر مبنی تھے اس لیے مختلف جنگوں کے ذریعے ان کی قوت کا خاتمہ ہوتا گیا، بالآخر دور عباسیہ کی ابتداء تک ان کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔	(52
عہد تدوین فقہ و حدیث اور دور ائمہ اس دور کا عرصہ حیات دوسری صدی ہجری کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے نصف تک ہے۔ اس دور میں کثرت فتوحات، دیگر اقوام سے روابط و تعلقات اور یونانی دوری کتب کے عربی میں تراجم کے باعث مسلمانوں کی علمی حیثیت کو جہاں ارتقاء حاصل ہوا وہاں متعدد مسائل نے بھی جنم لیا جن میں سے چند نمایاں مسائل مندرجہ ذیل ہیں: (1) ایسے لوگ رونما ہوئے جنہوں نے دین کو عقل کے تابع بنانے کی مذموم کوششیں کیں، ثابت شدہ عقائد میں بھی شکوک و شبہات پیدا کر دیے، حجیت حدیث پر ضرب لگانے کی کوشش کی اور بے حد سعی وجد وجہد کے ذریعے نئے	(53

ABM Workshops

نئے دقیق مسائل پیدا کر دیے۔ جیسا کہ مسئلہ خلق قرآن وغیرہ۔ یہ لوگ اہل یونان کے فلاسفر سے متاثر تھے ان میں معتزلہ و متکلمین شامل ہیں۔ چونکہ حق کے مقابلے میں باطل بالآخر مٹ کر رہی رہتا ہے لہذا علماء اسلام اور محدثین کرام کی ان سازشوں کے خلاف سر توڑ کوشش کے نتیجے میں ان لوگوں کی حیلہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں کا خاتمہ ہوا اور یہی مؤقف غالب رہا کہ کتاب و سنت ہی شرعی احکام کے اصلی بنیادی مآخذ ہیں۔

(2) وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ مسلمان دور دراز علاقوں تک پھیلتے گئے، ان کے تہذیب و تمدن میں وسعت ہوتی گئی اور ان کی سیاست و معاشرت میں ارتقاء ہوتا گیا۔ حالات و واقعات میں تبدیلی، جدید ضروریات و تقاضوں کے باعث ہر شعبے میں نئے نئے مختلف مسائل پیدا ہو گئے۔ پھر ضرورت پیش آئی کہ ان متنوع مسائل کو از حد سعی وجد وجہد کے ذریعے قرآن و سنت اور اجتہاد سے حل کیا جائے۔

ان حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے حاذق و باشعور اور نکتہ دان و متبحر العلوم علماء و مفتیان نے قرآن و سنت سے ان مسائل کو استنباط کر کے عملی زندگی میں ان کے انطباق کے لیے اپنے تمام اوقات قربان کر دیے اور شب و روز بے پایاں محنت و جفاکشی میں مصروف ہو گئے اس محنت و کاوش نے علوم فقہ میں وسعت و فراخی پیدا کر دی اور پھر اس کے نتیجے میں تدوین حدیث و فقہ کا عمل بھی وجود میں آیا۔

(54

تدوین حدیث

تدوین حدیث کے اعتبار سے بھی اس دور کو سنہری دور کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں تدوین حدیث پر ہر شہر میں خصوصی توجہ دی گئی۔ اس سلسلے میں سبقت لے جانے والے حضرات مندرجہ ذیل ہیں:

(مدینہ میں امام مالک بن انس رحمہ اللہ)(مکہ میں عبد المالک بن عبد العزیز رحمہ اللہ)(کوفہ میں سفیان ثوری رحمہ اللہ)(بصرہ میں حماد بن سلمہ اور سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ)(شام میں عبد الرحمن اوزاعی رحمہ اللہ)(خراسان میں عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ)(یمن میں معمر بن راشد رحمہ اللہ)

ان لوگوں کا زمانہ 140ھ کے قریب قریب اور 160ھ تک تھا۔ اس دور میں حدیث پر کام تین مراحل میں ہوا۔

(1) اس زمانے میں جو کتابیں مرتب ہوئیں ان میں احادیث نبوی کے ساتھ ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال بھی درج کر دیے جاتے جیسا کہ مؤطا امام مالک ہے۔

(2) پھر اقوال صحابہ و تابعین اور احادیث رسول دونوں کو الگ الگ کر دیا گیا۔

(3) اس کے بعد محدثین کا دور آیا جنہوں نے بڑے ذخیرے سے چھان بین کر کے کتابیں مرتب کیں۔

(55	**صحاح ستہ** اس طبقے کے محدثین اور ان کی تصنیف کردہ کتب حسب ذیل ہیں: (1) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ (194ھتا261ھ): انہوں نے صحیح بخاری تالیف فرمائی۔ (2) ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ (204ھ تا261ھ): انہوں نے صحیح مسلم تالیف فرمائی۔ ان دنوں محدثین کو شیخین اور ان کی کتب کو صحیحین کہاجاتا ہے۔ (3) ابو داود سلیمان بن اشعث السجستانی رحمہ اللہ (202ھ تا275ھ): انہوں نے سنن ابی داود مرتب کی۔ (4) ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (214ھ تا303ھ): انہوں نے سنن نسائی تصنیف کی۔ (5) ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ (209ھ تا273ھ): انہوں نے سنن ابن ماجہ تالیف فرمائی۔ ان تینوں کتابوں میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہیں اسی لیے انہیں سنن کا نام دیا گیا۔ (6) ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی رحمہ اللہ (200ھ تا279ھ): ان کی ترتیب شدہ کتاب کو جامع ترمذی کہاجاتا ہے۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہاجاتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے احادیث کی کتب تصنیف کیں لیکن جو قبولیت ان کو حاصل ہوئی وہ دوسری کتب کو نہ ہو سکی۔
(56	**علم اسماء لرجال** اس فن کا مقصد یہ تھا کہ احادیث کو کذب وافتراء سے محفوظ کیا جاسکے اور صحیح اور ضعیف ومن گھڑت روایات میں واضح امتیاز کیا جاسکے۔ جو لوگ یہ عظیم خدمت سرانجام دیتے انہیں رجال جرح وتعدیل کہاجاتا۔ اس فن کو "فن اسماء لرجال" کہتے ہیں۔ محدثین نے احادیث کے راویوں کے حالات، ان کی عدالت، حفظ وضبط، امانت ودیانت، اخلاق وعادات، اوصاف وخصائل، شب وروز کی مصروفیت اور لوگوں سے تعلقات الغرض ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اظہر من الشمس کرکے ساری دنیا کے سامنے واضح کردیا تاکہ کسی بھی راوی کے درجہ ثقاہت وقبولیت کو جانئے میں مشکل پیش نہ آئے۔ یقیناحدیث کی تدوین اور جمع وترتیب کے بعد اس کے تحفظ کے لیے اس علم وفن کا معرض وجود میں آنانہایت ضروری تھا یہی وجہ ہے کہ اس علم کو اس دور کا ایک بہت بڑا اقدام وکارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔
(57	**تدوین فقہ** اس دور میں فقہ کی تدوین اس طرح ہوئی کہ اس دور میں ایسے مجتہد افراد پیدا ہوئے جنہوں نے ساری زندگی انتھک محنت وکوشش کے ذریعے اجتہاد واستنباط کا کام کیا پھر بعد ازاں ان کے مستنبط مسائل واحکام کو مدون کیا گیا۔ ان کے شاگردوں نے ان

کے اقوال کو مختلف کتب کی صورت میں جمع کر لیا اور لوگ ان مجتہدین کو فقہ میں اپنا امام تسلیم کرنے لگے حتی کہ ان کے مذہب وموقف کو سیکھ کر اس پر عمل کرنا ہی راہ عمل سمجھا جاتا۔ جن مجتہدین کی فقہ مدون ہوئی اور آج تک متعدد ممالک میں ان کے کثرت کے ساتھ تابع فرمان موجود ہیں وہ چار ہیں۔

(1)امام ابو حنفیہ رحمہ اللہ (2)امام مالک رحمہ اللہ (3)امام شافعی رحمہ اللہ (4)امام احمد رحمہ اللہ

انہیں ائمہ اربعہ کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور فقہاء و مجتہدین نے بھی فقہ کے میدان میں محنت کی لیکن انہیں وہ مقام ومرتبہ اور قبولیت حاصل نہ ہو سکی جو ائمہ اربعہ کو ہوئی۔

(58

1۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

ابتدائی حالات

آپ کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔ آپ کی پیدائش 80ھ میں عراق میں ہوئی۔ جب جوان ہوئے تو اسی شہر میں اپنے والد کے ساتھ کپڑے کا کاروبار کرنے لگے۔

اجتہاد کا طریقہ کار

امام ابو حنیفہؒ کے متلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے خود فرمایا جب مجھے قرآن میں کوئی حکم مل جائے تو اسے لے لیتا ہوں۔ اگر قرآن میں نہ ملے تو اس کے متعلق حدیث رسول لے لیتا ہوں۔ اگر قرآن وحدیث دونوں میں نہ ملے تو صحابہ کے اقوال وآثار سے اخذ کرتا ہوں اور ان کے مقابلے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا لیکن امام ابراھیمؒ، امام شعبیؒ، امام ابن سیرینؒ، امام عطاءؒ اور حضرت سعید بن جبیرؒ نے جیسے اجتہاد کیا ہے اس طرح میں اجتہاد بھی کرتا ہوں۔

آپ کے متعلق علماء کے اقوال

(1) امام مالکؒ سے روایت کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "آپ اگر چاہیں تو بزور دلیل پتھر کے ستون کو سونے کا ثابت کر دکھائیں"۔

(2) امام شافعیؒ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "علم فقہ سیکھنے والا امام ابو حنیفہ کا محتاج ہے"۔

(3) امام ابو یوسفؒ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تو ہم اسے امام ابو حنیفہؒ کے سامنے پیش کرتے۔ آپ اتنی جلدی جواب دیتے جیسے اپنی آستین سے نکالا ہو۔

آپ کے معاصر فقہاء

آپ کے ہم عصر فقہاء جو اس وقت کفقہ میں نامور تھے تین ہیں:

(1) محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ (2) شریک بن عبد اللہ النخعیؒ (3) سفیان بن سعید ثوریؒ

آپ کے تلامذہ

آپ سے فیض یافتہ بہت زیادہ شاگرد تھے ان میں سے چند مشہور حسب ذیل ہیں:

(1) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم انصاریؒ (2) امام زفر بن ہذیل بن قیس کوفیؒ (3) امام محمد بن حسن الشیبانیؒ (4) امام حسن بن زیاد اللولوی کوفیؒ

وفات

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو کئی مرتبہ قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن آپ ہر مرتبہ انکار کر دیتے۔ اس انکار کے باعث آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں بالآخر 150ھ میں آپ قید خانہ میں ہی وفات پا گئے۔ (1)

سوال: امام ابو حنیفہؒ کی سوانح حیات مختصر بیان کریں۔

(1) مزید تفصیل کے لیے ملاحضہ ہو: میزان الاعتدال (4/265) تاریخ الکبیر (8/81) کتاب الجرح والتعدیل (8/449) تھذیب الکمال فی آسماء الرجال (19/108) الاعلام (8/36) الکامل فی ضعفاء الرجال (8/235) کتاب الضعفاء الکبیر (4/280) حاشیۃ کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (4/279) طبقات علماء الحدیث

(1/260 سیر اعلام النبلاء (6/390) کتاب الضعفاء والمتروکین (ص/233) العبر فی خبر من غبر (1/164) تاریخ بغداد (13/411)۔

(59

2۔ امام مالک رحمہ اللہ

نام و پیدائش

آپ کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ 93ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

امام مالکؒ نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت آپ ﷺ کے جلیل القدر صحابہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کی محنتوں سے مدینہ علم و حکمت کے

خزانوں سے مالا مال تھا۔ ان صحابہ سے علم حاصل کرنے والے کبار تابعین مدینہ میں موجود تھے۔ امام مالکؒ نے ان ہی سے علم حاصل کیا۔ امام عبد الرحمن بن ہرمزؒ، امام نافعؒ، امام ابن شہاب زہری اور امام ربیعہؒ آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ بعد ازاں آپ ایک عظیم محدث اور بلند پایہ فقیہ کی حیثیت سے ابھرے۔ آپکی جلالت قدر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام محمد بن حسن الشیبانیؒ اور امام شافعیؒ جیسے عظیم فقہا بھی آپ کے شاگردوں میں شامل تھے۔

اجتہاد کا طریقہ کار

استنباط احکام کے لیے آپ پہلے قرآن میں اور پھر حدیث میں تلاش کرتے۔ آپ کے نزدیک اہل مدینہ اور بالخصوص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بہت اہمیت رکھتا تھا۔

حدیث قبول کرنے کی شرائط

آپ روایت حدیث کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے اور جب تک کسی حدیث کی صحت کا یقین نہ ہا جاتا ہرگز قبول نہ کرتے۔ آپ نے حدیث قبول کرنے کی جو شرائط لگائی تھیں وہ حسب ذیل ہیں:

(1) قرآن کریم کے خلاف نہ ہو۔

(2) اہل مدینہ کے اجماع کے برخلاف نہ ہو۔

(3) راوی کا حافظہ قوی ہو۔

(4) راوی کتاب و سنت کا ماہر اور ارباب اہل علم کا ہم نشین ہو اور اس کی عملی زندگی بے داغ ہو۔

(5) روایت بالمعنی صرف اس وقت قبول ہو گی جب الفاظ کا معمولی فرق ہو۔

استقامت واستقلال

آپ ہمیشہ حق بات پر ڈٹ جاتے خواہ اس کی پاداش میں آپ کو سزاؤں سے ہی کیوں نہ دوچار ہونا پڑتا۔ آپ نے خلیفہ منصور کی جبری بیعت کے خلاف فتویٰ دیا اور مجبور ادلوائی گئی طلاق کو مردود قرار دیا۔ یہ دونوں مسئلے حکام کے خلاف تھے لہذا انہوں نے آپ کو بے پناہ سزائیں دیں لیکن آپ صبر واستقامت کے غیر متزلزل پہاڑ کی طرح حق پر ڈٹے رہے۔

ABM Workshops

وفات

آپ تقریباسارزندگی مدینہ شہر میں ہی مقیم رہے اور یہیں درس وتدریس کا کام کرتے رہے لہذا آپ کی وفات بھی 179ھ میں اسی شہر میں ہوئی اور آپ کو وہین دفن کر دیا گیا۔

سوال: امام مالکؒ کسی بھی حدیث کو قبول کرنے میں کتنی شرطوں کو مدنظر رکھتے تھے؟

(60

3۔امام شافعی رحمہ اللہ

نام وپیدائش

آپ کانام محمد بن ادریس شافعی اور کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ 150ھ میں غزہ کے شہر میں ہیدا ہوئے۔جب آپ کی عمر داسال ہوئی تو والد محترم کی وفات ہوگئی اس لیے آپ کی والدہ آپ کو لیکر اپنے آبائی شہر مکہ میں آگئیں۔

تعلیم وتربیت

بے حد ذہانت وفطانت کے باعث نو سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا۔ پھر علوم شریعت میں مہارت حاصل کرنے کے لیے محنت وکوشش شروع کر دی حتی کہ اس میں بھی کامیاب ہوئے۔ بعد ازاں مدینہ پہنچ کر امام مالکؒ سے تعلیم حاصل کی،علاوہ ازیں چند اور اہل علم سے بھی آپ نے کسب فیض کیا۔

195ھ میں آپ دوبارہ عراق تشریف لے گئے اور داسال تک وہاں مقیم رہے۔ دریں اثنا بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیااور آپ کے فقہی طریقہ کار قبو کیا۔ دوسال بعد پھر آپ حجاز واپس آگئے۔

198ھ میں پھر تیسری مرتبہ آپ عراق گئے اور چندماہ قیام کے بعد تشریف لے گئے اور بقیہ تمام زندگی وہیں مقیم رہے۔ یہاں تک آپ کی بہت زیادہ شہرت ہوئی اور بہت زیادہ شاگرد بھی آپ کے حلقہ درس میں جمع ہوگئے کہ جنہیں آپ نے کتابیں بھی لکھوائیں۔

اجتہاد کا طریقہ کار

آپ بھی پہلے کتاب وسنت کو ہی احکام شریعت کا مصدر تصور کرتے۔ پھر اجماع وقیاس کے بھی قائل تھے۔ خبر واحد اگرچقہ راویون اور متصل سند والی ہوتی تو اسے قبول کرتے،اس کے علاوہ کسی شرط کے وائل نہ تھے۔

تصانیف

(1) مسند شافعی: جو آپ کے شاگرد محمد بن یعقوب نے مرتب کی۔

(2) الرسالۃ فی الدلۃ الاحکام: اس میں اصول فقہ کی ابحاث موجود ہیں۔

ABM Workshops

(3) کتاب الام: اس میں فقہی مسائل واحکام بیان کیے گئے ہیں۔

وفات

آپ کی وفات مصر میں 204ھ میں طبعی موت کے ذریعے ہوئی۔

(61

4۔ امام احمد رحمہ اللہ

نام وپیدائش

آپ کا نام احمد بن محمد بن حنبل اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ دادا کی نسبت سے ابن حنبل مشہور ہوئے۔ آپ کی پیدائش 164ھ میں بغداد میں ہوئی۔ بچپن میں ہی والد کے انتقال کے باعث والدہ نے ہی آپ کی تربیت کی۔

تعلیم وتربیت

چودہ برس کی عمر میں علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے چنانچہ آپ نے امام ابو یوسفؒ کی شاگردی اختیار کی۔ پھر جب امام شافعیؒ بغداد آئے تو اس سے بھی تعلیم حاصل کی۔ حدیث وفقہ دونوں علوم میں آپ نے بلند مقام حاصل کیا جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول بیان کیا جاتا ہے کہ "جب میں نے بغداد چھوڑا تو علم وفضل میں احمد بن حنبل کے مرتبے کا کوئی دوسرا آدمی نہیں دیکھا"۔

آپ کو حدیث سے بہت زیادہ محبت تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حفظ کر لیا تھا اور پھر آپ نے حدیث کی ایک ایک کتاب بھی مرتب کی جو کہ مسند احمد کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس میں چالیس ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں۔

اجتہاد کا طریقہ کار

آپ ایک عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ فقیہ بھی تھے۔ آپ استنباط احکام میں پہلے قرآن پھر سنت پر اعتماد کرتے۔ خبر واحد کو متصل السند اور ثقہ راویوں کے باعث بغیر کسی شرط کے قبول فرماتے۔ حدیث کے بعد اجماع اور اجماع کے بعد ان اقوال صحابہ کو لیتے جو قرآن وحدیث کے مطابق ہوتے پھر ان کے بعد قیاس کو درجہ دیتے۔

استقامت واستقلال

جو مسئلہ آپ پر حکام کے بے حد مظالم ومصائب کا سبب بنا وہ مسئلہ قرآن تھا۔ فرقہ معتزلہ سے متاثر ہو کر حکام اس مسئلے کو رواج دینا چاہتے تھے لیکن امام احمدؒ ایک مضبوط چٹان کی طرح ان کے راستے کی رکاوٹ بن گئے۔ پھر اس سلسلے میں آپ کو کبھی زنجیروں

ABM Workshops

میں جکڑا گیا، کبھی کوڑے لگائے گئے، کبھی قید تنہائی میں ڈالا گیا اور کبھی جلاوطن کر دیا گیا لیکن یہ تمام سزائیں آپ کی ثابت قدمی میں زوہ برابر بھی لچک نہ پیدا کر سکیں۔

وفات

ایک عرصہ تک مسلسل مشکلات و تکالیف کے باعث آپ نہایت کمزور اور بیمار رہنے لگے تھے۔ بالآخر بغداد میں 241ھ بروز جمعہ آپ اس دینا سے رحلت فرما گئے۔

(62

عہد مناظر و بحث و تمحیص

سیاسی بدحالی

یہ دور چوتھی صدی ہجری کی ابتدا اسے خلافت عباسیہ کے زوال تک رہا۔ اس دور میں مسلمانوں کی خلافت و سلطنت نہایت سیاسی کمزوری و انتشار کے باعث محض بغداد تک ہی محدود رہ گئی تھی۔ مسلمان چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور امارتوں میں تقسیم ہو کر اپنی گذشتہ وحدت ملی و ہم آہنگی کھو چکے تھے۔ ربط و تعلق، اتحاد و اتفاق اور توافق و تطابق کی جگہ افتراق و نحراف، بگاڑ و فساد اور ذہنی و قلبی تصادم و خلفشار نے لے لی تھی۔

آغاز اندھی تقلید

اگرچہ اس دور میں بھی علمی حرکت باقی تھی، علماء و فضلاء فقہ اسلای کی تدوین و اشاعت اور کمی کو پورا کرنے کے لیے بہت زیادہ کوششیں کر رہے تھے۔ لیکن اس دور میں استنباط مسائل کا وہ اسلوب و طریقہ کار جو پہلے ادوار میں موجود تھا آہستہ آہستہ ختم ہوتا چلا گیا۔ کتاب و سنت کے ذریعے مسائل کا استنباط اور اجتہاد تج کر لوگ اپنے اپنے ائمہ فقہ کی اندھی تقلید پر ہی تکیہ کرنے لگے تھے حالانکہ ائمہ فقہ نے تو اپنی اپنی زندگی میں ہی یہ بات واضح کر دی تھی کہ اگر ہماری بات کتاب و سنت کے خلاف پاؤ تو دیوار پر دے مارو اور کتاب و سنت پر عمل کرو جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ "جب کوئی صحیح حدیث موجود ہو تو میرا بھی وہی مذہب ہے" ان کے علاوہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ سے بھی اس طرح کے اقوال صحیح ثابت ہیں۔

بحث و مناظرہ

اس اندھی تقلید کے نتیجے میں جہاں کتاب و سنت کا علم سیکھنے کا رجحان ختم ہوتا جا رہا تھا اور ائمہ کی کتابوں کی طرف ہی رجوع شروع ہو چکا تھا وہاں اپنے اپنے مسلک و مذہب کی تائید و حمایت اور اختلافی مسائل میں دوسرے مسالک کی تردید کے لیے مناظرہ و مجادلہ کا بھی رواج عام ہو رہا تھا۔ مزید برآں ان مناظروں کو سرکاری سرپرستی بھی حاصل ہوتی جس بنا پر مسلمانوں میں انتشار کی

ABM Workshops

افزائش ایک یقینی امر تھا۔ بلآخر صورتحال یہاں تک پہنچی کہ مدمقابل کی حق بات کو بھی تسلی نہ کیا جاتا اور اپنے غلط مؤقف کو بھی من گھڑت روایات وعقلی دلائل کے ذریعے صرف مناظرہ جیتنے کی غرض سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی۔

اگرچہ اختلاف صحابہ میں بھی ہوا لیکن انہوں نے احترام، انصاف، محبت، اتحاد اور اتفاق کا دامن ہرگز نہ چھوڑا بلکہ جس سے اختلاف ہوتا اس سے گفت وشنید یا خط وکتابت کے ذریعے حل کی کوشش کی جاتی، کسی کے لے تعصب ونفرت کی کبھی نوبت نہ آتی۔

اسباب اندھی تقلید

جن ائمہ فقہ کے فتاوی واقوال پر اعتماد کیا گیا انہیں ایسے ہونہار ومحنتی شاگرد مل گئے کہ جنہوں نے اپنے اپنے اساتذہ کی فقہ کو مدون کیا، اسے مختلف کتب اور ابواب کی شکل میں ترتیب دیا، جس کے ذریعے احکام وشریعت کے حصول میں آسانی پیدا ہوگئی اس لیے اصل مآخذ کو چھوڑ کر ان فقہی کتب کی طرف ہی رجوع کا رواج عام ہوتا چلا گیا حتی کہ حکام بھی انہیں پر اعتماد کرنے لگے اور کوشش کرتے کہ قاضی بھی اپنے پسندیدہ مذہب کے عالم کو ہی مقرر کیا جائے۔

ائمہ اربعہ کے مطابق فقہ کی تدوین کرنے والے علماء کے نام:

(1) ابوالحسن عبیداللہ کرخیؒ (2) ابوبکر احمد الرازی الجصاصؒ (3) ابوعبداللہ یوسف الجرجانیؒ (4) ابوالحسن احمد بن محمد القدوریؒ (5) ابوزید عبیداللہ السمرقندیؒ (6) شمس الائمہ عبدالعزیز الحلوانی البخاریؒ (7) شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسیؒ (8) علی بن محمد البزدویؒ (9) فخر الدین حسن بن منصور الآذرجندی الفرغانی قاضی خانؒ (10) علی بن ابی بکر عبدالجلیل الفرغانی المرغینانیؒ (11) قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰؒ (12) امام الحرمین الجوینیؒ (13) امام غزالیؒ (14) امام ماوردیؒ (15) امام نوویؒ

63)

عہد اندھی تقلید اور اس کی تردید

اس دور کا آغاز سقوط بغداد سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ اس دور میں گذشتہ دور کی باقی کچھ اجتہادی رمق کو بھی یکسر مٹادیا گیا۔ اجتہاد کا دروازہ یکسر بند کردیا گیا اور صرف فقہی کتب پر ہی انحصار کرلیا گیا۔ علماء ومفتیان نے بھی اجتہاد کے بجائے چند مخصوص کتب کو ہی سامنے رکھا۔ یہ جاننا کیس نے بھی ضروری خیال نی کہا کہ ان کتب میں موجود مسائل کہاں سے لیے گئے ہیں، ان کے کیا دلائل ہیں، ان میں اختلاف ک کیا اسباب ہیں اور دوسرے ائمہ کے کیا دلائل ہیں؟ حلانکہ ان کے اماموں نے بھی انہیں اس لائحہ عمل کو اپنانے سے یوں روکا تھا کہ اندھی تقلید نہ کرو بلکہ بلکہ وہیں سے احکام حاصل کرو جہاں سے ائمہ نے حاصل کیے ہیں۔ امام احمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ وغیرہ سب سے اس طرح کے اقوال منقول ہیں۔

(64	**اندھی تقلید کی مخالفت** چونکہ اللہ تعالی کی طرف سے یہ بات طے ہے کہ ایک جماعت کو قیامت تک حق پر غالب رہنا لہذا وقتاً فوقتاً اللہ تعالی ایسے علماء و مجتہدین اور ائمہ وفقہا کو پیدا کرتے رہے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں قاطع دلائل وبراھین کے ذریعے تقلید کا طلسم توڑا ،بدعات وخرافات کا قلع قمع کیا اور از سر نو تجدید واحیائے دین کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ نتیجہ لوگوں کے ذہن پھر تبدیل ہونا شروع ہوئے اور نصوص اصلیہ کی طرف رجوع کیا جانے لگا۔ان ائمہ و مجتہدین میں شیخ السلام امام ابن تیمیہؒ،امام ابن قیمؒ،امام شاکانیؒ،امام صنعانیؒ،شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ،اور شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسے قابل قدر لوگ شامل ہیں۔ لیکن اس تبدیلی کے ساتھ ساتھ اندھی تقلید کا سلسلہ بھی مختلف علاقوں میں جاری رہا جو آج تک جاری ہے۔ سوال: اندھی تقلید کی مخالفت کس دور سے ہونے لگی تحقیقی جواب دیں۔
(65	**عصر حاضر میں ضرورت اجتہاد** اجتہاد کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے لیکن عصر حاضر میں کثیر متنوع و مختلف الجہات مسائل پیدا ہو جانے کے باعث اس کی ضرورت دوچند ہو گئی ہے۔ چنانچہ اہل علم پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ دور حاضر کے جدید چیلینجز کو قبول کرتے ہوئے نہایت محنت و عرق ریزی سے اپنی مجتہدانہ صلاحیتیں پیش کریں اور امت کے نئے نئے پیدا ہونے والے اقتصادی۔ معاشی،معاشرتی،سیاسی اور اخلاقی ہر قسم کے مسائل شرعی تقاضوں کے مطابق حل کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔علاوہ ازیں اس دور میں از حد سائنسی ترقی کی وجہ سے بین الاقوامی روابط و تعلقات اور ذرائع مواصلات میں اس قدر جدت پیدا ہو چکی ہے جس کے باعث دنیا ایک گلوبل ویلج (globle village) بن کے رہ گئی ہے۔ انسان جب چاہے پوری دنیا میں کہیں بھی رابطہ قائم کر سکتا ہے اور یقیناً یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے باعث کسی مسئلے کے متعلق پوری دنیا کے علماء کی یا محض دنیا کے بڑے بڑے علماء وفضلاء کی رائے بھی بآسانی معلوم کی جاسکتی ہے۔اور اس طرح کسی مسئلے کے متعلق بھی حتمی فیصلہ کرنا نہایت آسان ہے۔(1) (1)تدوین فقہ کی مزید تفصیل کے لیے ملاحضہ ہو:"تاریخ التشریع الاسلامی "از شیک محمد خضر بک۔
(66	**مذاہب اربعہ اور ان کا مختصر تعارف** مذاہب اربعہ میں یہ مذاہب شامل ہیں۔ (1)مذہب حنفی(2)مذہب مالکی(3)مذہب شافعی(4)مذہب حنبلی

ABM Workshops

(67	**1۔مذہب حنفی** **تعارف** مذاہب اربعہ میں سب سے قدیم مذہب مذہب حنفی ہے۔اس کی نشو ونما کوفہ میں ہوئی کیونکہ اس کے امام "ابو حنیفہؒ"اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔پھر رفتہ رفتہ یہ مذہب پورے عراق میں اور پھر مصر،فارس،بخارا،بلخ،روم،فرغانہ اور ہندوستان کے اکثر حصے اور یمن کے کچھ حصے میں پھیل گیا۔اس مذہب کے پیروکار اہل الرائے کہلاتے ہیں۔
(68	**مذہب حنفی عصر حاضر میں** علاوہ ازیں عراق،خراسان،سجستان،جرجان،طبرستان،افغانستان،فارس،شام ،ترکی،بنگلہدیش،ترکمانستان،تاجکستان،قازقستان،بوسنیا،البانیہ اور برصغیر پاک وہند میں اس مذہب کے پیروکا کثرت سے موجودہیں۔اور ایران،انڈونشیا،سری لنکا،تھائی لینڈ،ملائیشیا،برما،سعودی عرب اور برازیل وغیرہ میں بہت کم ہیں۔ایک اندازے کے مطابق احناف دنیاکے کل مسلمانوں کو دوتہائی حصہ ہیں۔
(69	**2۔مذہب مالکی** **تعارف** یہ مذہب امام مالکؒ کی طرف سے منسوب ہے۔چونکہ آپ ہمیشہ مدینہ میں ہی مقیم رہے اس لیے اس کی نشو نما مدینہ میں ہی ہوئی پھر آہستہ آہستہ پورے حجاز،یمن،شام،بصرہ،مصر،اندلس،مراکش،سسلی اور سوڈان وغیرہ میں بھی پھیل گیا۔اس مذہب کے پیروکار اہل حدیث کہلاتے ہیں کیونکہ انہوں نے استنباط احکام کے لیے زیادہ تر اعتماد صرف کتاب وسنت پر ہی کیا،قیاس ورائے کی طرف بہت کم متوجہ ہوئے۔تاہم انہوں نے کتاب وسنت کے علاوہ اہل مدینہ کے عمل کو بہت زیادہ ترجیح دی اور معتبر سمجھا۔
(70	**مختلف ممالک میں ترویج واشاعت** مصر میں اس مذہب کی ترویج کرنے والے امام مالکؒ کے دوشاگرد وعثمان بن الحکم اور عبد الرحیم بن خالد بن یزید ہیں۔یہ دونوں امام مالکؒ سے علم حاصل کرکے ایک ساتھ مصر لوٹے اور فقہ مالکی کی اشاعت کی۔دوراندلس میں اس مذہب کے لیے مدارس قائم کیے گئے تو اس کی مزید تشہیر وترویج ہوئی۔لیبیا،تیونس اور الجزائر وغیرہ میں اس مذہب کو غلبہ اس وقت حاصل ہوا جب 407ھ میں معزبن بادیس نے اس علاقے کا اقتدار سنبھالا اور یہاں کے لوگوں کو مذہب مالکی پر عمل کے لیے مجبور کر دیا۔

	اندلس میں یہ مذہب یحیی بن یحیی بن خشیر، زیاد بن عبد الرحمن اور عیسی بن دینار کی کوششوں سے نشر ہوا اور جب اندلس کے حکمران ہشام بن عبد الرحمن نے اس مذہب کو قبول کیا تو لوگوں سے بزور شمشیر اس مذہب کو قبول کروالیا۔ مراکش میں جب، علی بن یوسف بن تاشفین صاحب اقتدار ہوا تو اس نے فقہاء و مجتہدین کو اس قدر اہمیت و اکرم سے نوازا کہ حکومت کو کوئی فیصلہ اس سے مشورہ لیے بغیر نہ کرتا۔ چونکہ اس کے دربار میں تقرب و مرتبہ اسی کو حاصل ہوتا جو فقہ مالکی کا عالم ہوتا اس لیے مذہب مالکی کی طرف رجحان بہت زیادہ ہو گیا اور یوں رفتہ رفتہ کتاب و سنت کے بجائے استنباط احکام کے لیے صرف مذہب مالکی کی کتب پر ہی انحصار کیا جانے لگا۔ تاہم جب اسی شاہی خاندان کے سپوت، یعقوب بن یوسف بن عبد المومن، کو اقتدار نصیب ہوا تو اس نے فقہ کا خاتمہ کر کے دوبارہ کتاب و سنت کے ظاہر پر عمل کو لازم قرار دے دیا۔
(71	مذہب مالکی عصر حاضر میں آج یہ مذہب مراکش، موریطانیہ، تیونس، الجزائر اور لیبیا میں موجود ہے اور ان علاقوں میں اس مذہب کے پیروکار کثرت سے ہیں۔ تاہم مصر، سوڈان، لبنان اور حجاز میں بھی ان کی اقلیت موجود ہے۔ 1930ء میں لگائے گئے اندازے کے مطابق اس مذہ کے پیروکاروں کی تعداد چار کروڑ تھی۔
(72	3۔ مذہب شافعی تعارف یہ مذہب امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے جو غزہ میں پیدا ہوئے اور مصر میں فوت ہوئے۔ اس مذہب کے پیروکارں کو بھی مالکیوں کی طرح "اہلحدیث" کہا جاتا ہے اور بعض علاقوں میں تو اہل حدیث کے نام سے مراد صرف شوافع ہی ہوتے تھے مثلا خراساں وغیرہ میں۔ فی الحقیقت امام شافعیؒ پہلے امام مالکؒ کے شاگرد تھے اور پھر اہل عراق سے تعلیم حاصل کی۔ اس طرح انہوں نے ان دونوں مذاہب کے امتزاج سے ایک تیسرا اپنا مذہب بنالیا۔ سب سے پہلے یہ مذہب مصر میں متعارف ہوا پھر بغداد، شام، خراساں، توران اور بلاد فارس تک جا پہنچا۔
(73	مختلف ممالک میں ترویج واشاعت

ABM Workshops

مصر میں مذہب حنفی اور مذہب مالکی غالب تھے لیکن جب امام شافعیؒ مصر پہنچے تو ان کا مذہب بھی پھیلنے لگا۔ مذہب شافعیؒ کو مصر میں عروج دورِ ایوبیہ میں ہوا کیونکہ اس خاندان کے تمام افراد شافعیؒ المذہب تھے سوائے، سلطان شام عیسیٰ بن عادل ابو بکر، کے صرف یہی حنفی تھے۔ مصر میں اقتدار کے باعث یہ مذہب خوب پھیلا۔ شام میں پہلے یہ مذہب اوزاعی رائج تھا لیکن جب امام ابو زرعہ شافعیؒ مصر کے عہدہ قضاء سے دستبردار ہو کر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے تو تمام فیصلے، احکام اور فتاویٰ شافعی مذہب کے مطابق ہونے لگے۔ اس طرح اس علاقے میں شافعی مذہب کی ترویج ہوئی اور اس کام کو سرانجام دینے والے پہلے شخص یہی تھے۔ بغداد میں اگرچہ اکثریت احناف کی تھی، جب مذہب شافعی وہاں پہنچا تو ان دونوں مذاہب کی باہمی کشمکش شروع ہو گئی تھی اور عباسی حکومت کا مذہب بھی حنفی تھا لیکن بعض خلفاء نے شافعی مذہب کو بھی قبول کیا جیسا کی خلیفہ متوکل نے کیا۔ علاوہ ازیں خراسان، رے اور ہمدان میں بھی یہ مذہب کشاں کشاں پھیلا۔ لیکن بلاد مغرب میں مالکیوں کی کثرت کے باعث نہ پھیل سکا اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ مالکی مذہب کے لوگ شافعیؒ سے بغض رکھنے لگے تھے کیونکہ انہوں نے پہلے امام مالکؒ سے علم سیکھا اور پھر انہی سے اختلاف کیا۔ بعض تاریخی کتب میں موجود رہے کہ اندلس کے حکمران، یعقوب بن یوسف، نے پہلے تو اعلانیہ ظاہریت اپنالی تھی لیکن پھر اپنے آخری دور میں مذہب شافعی کی طرف مائل ہو گیا تھا اور بعض شہروں میں اسی مذہب کے قاضی بھی مقرر کر دیے تھے۔	
عصر حاضر میں مذہب شافعی اس مذہب کے اکثر پیروکار فلپائن، ملائیشیا، انڈنیشیا، تھائی لینڈ، سری لنکا، مصر، سوڈان، اردن، لبنان اور فلسطین میں آباد ہیں۔ ان کی کچھ تعداد شمالی افریقہ، سعودی عرب، عراق، شام، یمن اور برصغیر کے ساحلی علاقون میں بھی موجود ہے۔ 1930ء کے اندازے کے مطابق دنیا میں شوافع کی تعداد کم و بیش دس کروڑ تھی۔	(74
4۔ مذہب حنبلی یہ مذہب امام احمد بن حنبلؒ کی طرف منسوب ہے جو بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ امام شافعیؒ کے خاص تلامذہ میں تھے۔ آپ کا مذہب پہلے بغداد میں ابھرا پھر شام کے شہروں سے ہوتا ہوا دیگر علاقوں تک پھیل گیا لیکن اس مذہب کو وہ فروغ و عروج حاصل نہ ہوا جو پہلے تینوں مذہب کو حاصل ہوا۔	(75

ABM Workshops

	اس مذہب کے پیروکار بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ انہوں نے حتی الواسع اجتہاد سے اجتناب کیا اور خالص کتاب وسنت کے مطابق ہی فیصلے کرتے رہے۔ یہ لوگ دوسروں کی نسبت حدیث وسنت نبوی سے بہت زیادہ وابسطہ رہے غالبا یہی وجہ ہے کہ یہ مذہب ظاہریت کے بہت زیادہ قریب ہے۔
(76	**مختلف ممالک میں ترویج واشاعت** مصر میں حنبلی مذہب ایک عرصے کے بعد پہنچا۔ سب سے پہلے مصر میں داخل ہونے والے حنبلی امام مصنف عمدۃ الاحکام "حافظ عبد الغنی مقدسی" تھے۔ دور ایوبیہ کے آخر میں اس مذہب کو مصر میں فروغ حاصل ہوا۔ عراق وشام کے علاوہ موصل ، آزار بانجبان، آرمیناوغیرہ میں بھی یہ مذہب پہنچا یہ یادرہے کہ کسی دور میں بھی ایسانہ ہوا کہ اس مذہب کو کسی ملک میں غلبہ واقتدار نصیب ہوا ہو۔
(77	**جلیل القدر ائمہ اور مذہب حنبلی** یہی وہ مذہب ہے جس کے اقراب الی الحق ہونے کے باعث اس امت کے عظیم پیشوا وجمتہد، فقیہ ودانشمند اور فقید المثال امام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس سے از حد متاثر تھے اور بعض علماء نے تو انہیں حنبلی ہی قرار دیا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد امام ابن قیمؒ بھی اسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے کہ جن کی تصنیفات آج تک علمی مراکز ودفاتر میں نہایت اہمیت حاصل کیے ہوئے ہیں۔ تاہم یہاں یہ یادرہے کہ یہ ائمہ اگرچہ اس مذہب سے متاثر تھے لیکن مسائل کے استنباط کے لیے اس مسلک کو نہیں بلکہ کتاب وسنت کو ہی پیش نظر رکھتے تھے۔ شیخ محمد بن عبد الوھاب بھی اسی مسلک کے پیروکار تھے۔
(78	**عصر حاضر میں مذہب حنبلی** شیخ محمد بن عبد الوھابؒ کی اصلاحی تحریک کو چونکہ سعودی حکومت کے موسس وبانی عبد العزیز آل سعود کی حمایت حاصل تھی اس لیے اس کے عہد میں اس مذہب کو بہت عروج وغلبہ حاصل ہوا اور آج ت یہی مذہب حکومت سعودیہ کا سرکاری مذہب ہے ۔ فلسطین، شام، اور عراق وغیرہ میں بھی اس مذہب کے پیروکار موجود ہیں۔ 1930ء کے اندازے کے مطابق اس مذہب کے پیروکاروں کی تعدود کم وبیش تیس چالیس لاکھ تھی۔ حنبلیت اور سلفیت اہل حدیث کے اصول وضابطے ایک ہی ہیں، ترجیحات میں بعض قلیل سا فرق ہو سکتا ہے۔ اقوال شیخ بن باز اور شیخ ابن عثیمین آل سعود کے نقل کیے جائیں کہ یہ مسلک کتاب وسنت پر ہے۔ سوال: حنبلیت اور سلفیت اہل حدیث کے اصول وضابطوں میں کیا فرق ہے؟

ABM Workshops

(79

اختلاف فقہاء کے اسباب

اکتلاف کسی چیز پر متفق نہ ہونے کو کہتے ہیں یعنی اقوال وافعال میں دوسروں سے الگ اور مختلف راہ اختیار کرنا۔ اور یہ اختلاف فطرت انسانی میں شامل ہے جیسے تمام بنی نوع انسان اپنی شکل وشبہات اور رنگت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں بعینہ اپنی ذہنی وعقلی قوت میں بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ آج تک فقہائے امت میں جو بھی اختلاف رونما ہوتا آیا ہے یا جو ہمیشہ ہوتا رہے گا اس کے پیچھے یہی فطریٔ جذبہ کار فرما ہے۔ اگر اس اختلاف میں اصول وضوابط اور اخلاق وآداب کا لحاظ رکھا جائے اور ہر مسئلے میں اختلاف کے حل کے لیے کتاب وسنت کی طرف ہی رجوع کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر یہی اختلاف محض تعصب، تقلید جمود اور مسلکی تائید وحمایت کی غرض سے ہو تا یقینا ملت اسلامیہ میں تخریب وانتشار پر منتج ہو گا۔

عہد رسالت میں کوئی بھی اختلاف موجود نہیں تھا کیونکہ ہر اختلاف میں راہ ہدایت دکھانے کے لیے نبی اکرم ﷺ خود موجود ہوتے تھے البتہ بعد ازاں صحابہ وتابعین اور فقہا وائمہ میں جس اختلاف کا ظہور ہوا اس کے بڑے بڑے اسباب ہمارے علم کے مطابق تین ہیں۔

(1)لغوی تفاوت (2)اصول استنباط (3)طریق استنباط

(80

1۔ لغوی تفاوت

اس میں حسب ذیل صورتیں شامل ہیں:

(1) لفظی اشتراک:

کوئی مشترک لفظ بغیر کسی قرینہ کے عبارت میں یوں واقع ہو کے اس میں ہر معنی مراد لیا جاسکتا ہو جیسا کہ قرآن میں "قروء" حیض اور طہر کے معانی میں مشترک ہے۔ اور بغیر قرینہ کے واقع ہوا اسی لیے فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

(2) حقیقت ومجاز:

بعض الفاظ حقیقت ومجاز دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اس لیے ان کے مدلول کے تعین میں بعض اوقات اختلاف ہو جاتا ہے جیسا کہ "میزان" کا معنی حقیقی طور پر ترازو ہے لیکن مجازا عدل وانصاف کے لیے بھی استعمال ہو جاتا ہے۔

(3) عموم وخصوص:

ABM Workshops

	بعض کلمات عموم و خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہوئے اختلاف کا باعث بن جاتے ہیں۔ جیسے ایک آیت میں ہے (وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا) (البقرہ:31)"اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیے"۔ اگر عموم پر محمول کیا جائے تو قیامت تک کی ہر چیز کے نام مراد ہوں گے اور اگر خصوص سامنے رکھیں تو مراد اللہ تعالی کے نام بھی ہو سکتے ہیں اور کائنات کی مختلف اشیاء کے بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مفسرین نے یہ وضاحت کی ہے۔ (4) صیغۂ امر نہی کا حکم: بعض کے نزدیک صغیۂ امر وجوب کے لیے اور بعض کے نزدیک استحباب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک صغیۂ نہی تحریم کے لیے اور بعض کے نزدیک کراہت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
(81	2۔ اصول استنباط اس کی تفصیل حسب ذیل ہے: (1) روایت: 1۔ بعض اوقات ایک مجتہد کسی روایت کو ضعیف کہتا ہے لیکن اسی روایت کو صحیح کہتا ہے کیونکہ پہلے کو وہ روایت صحیح متصل سند کے ساتھ نہیں ملی ہوتی لیکن دوسرے کی وہ روایت صحیح سند کے ساتھ پہنچی ہوتی ہے۔ 2۔ کبھی کسی مجتہد کو کوئی ایسی دلیل مل جاتی ہے جو کسی عام حکم کے لیے تخصیص، مطلق حکم کے لیے تقیید، یا نسخ کا فائدہ دے رہی ہوتی ہے لیکن دوسرے کو ایسی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ 3۔ بسا اوقات روایت کے معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے مثلا بیوع کی ان اقسام کی تسریح و تعبیر میں مزابنہ ، محاقلۃ، مزارعت، ملامستہ اور مخابرۃ وغیرہ۔ 4۔ احناف مشہور حدیث کو متواتر کے حکم میں سمجھتے ہیں جبکہ دیگر فقہاء اس کے قائل نہیں۔ 5۔ ایسی مرسل حدیث جیسے صحابی "امر رسول الله بهذا" جیسے الفاظ سے روایت کرے، بعض اسے قابل احتجاج تصور کرتے ہیں اور بعض اسے رد کرتے ہیں۔ (2) اقوال صحابہ: صحابہ کے اجتہادی اقوال کی حیثیت میں اختلاف ہے۔ اختلاف سے مطلق حجت سمجھتے ہیں جبکہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ (3) قیاس: بعض اہل ظاہر تو اسے مطلقا حجت ہی نہیں سمجھتے جبکہ جمہور اسے کتاب و سنت اور اجماع کے بعد ماخذ شریعت مانتے ہیں۔

ABM Workshops

3۔ طریق استنباط یقیناکتاب وسنت کی بعض نصوص قطعی لدلالۃ اور بعض ظنی الدلالۃ ہیں۔چونکہ انسان فہم وفاست کے درجات میں باہم مختلف ہیں اس لیے ظنی الدلالۃ نصوص میں مختلف آراء کا سامنے آنالازمی امر ہے جیسا کہ امام ابن قیمؒ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔ ان اسباب کے بیان سے ثابت ہوا کہ فقہاء کے اختلاف محض فطری استعداد صلاحیتوں کے مختلف ہونے پر مبنی تھا نہ کہ ذاتی بنیادوں پر تھالہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ فقہاء کے اس اجتہادی نوعیت کے اختلاف کو مسلکی گروبندی، باہمی تعصب وبغض اور افتراق وانتشار کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ تقلیدی جمود سے نکل کر کتاب وسنت سے مسائل کے استنباط کی جدوجہد وسعی کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کریں۔یہی منشاء الہی ہے آج وقت کی ضرورت بھی ہے(واللہ الموفق)	(82

ABM Workshops

(83

اجتہاد

اجتہاد کی تعریف

لغوی اعتبار سے اجتہاد کسی کام کو سر انجام دینے میں بھرپور محنت ومشقت کو کہتے ہیں۔اور اصلاحی اعتبار سے علماء اجتہاد کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں(بذل المجتهد وسعه فی طلب العلم بالأحكام الشرعية بطريق الاستنباط)"شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور کوشش کرنا(اجتہاد کہلاتا ہے)۔"(1)

مجتہد کی تعریف

(من قامت فيه ملكة الاجتهاد أی القدرة على استنباط الأحكام الشرعية العملية من أدلتها لتفضيمية)" مجتہد وہ ہے جس میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں تفصیلی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو"۔(2)

اجتہاد کی شرائط

(1) مجتہد عقیدے کے اعتبار سے صحیح ہو کسی شخص یا گروہ کی اندھی تقلید میں جکڑا ہوا نہ ہو۔

(2) عربی زبان اس قدر سمجھ سکتا ہو کہ اسے عربی عبارتوں کے الفاظ کلام کے مختلف اسلوب جاننے میں مشکل پیش نہ آئے۔

(3) اسے قرآن مجید کا علم ہو۔یعنی اسباب نزول،ناسخ منسوخ اور علم تفسیر وغیرہ کا ماہر ہو۔

(4) او سنت کا علم بھی رکھتا ہو۔یعنی صحیح ضعیف کا علم،علم الرجال،علم اصول حدیث اور ناسخ منسوخ وغیرہ۔

(5) اسے علم ہونا چاہیے کہ کن مسائل میں اجماع ہو چکا ہے اور کن میں اختلاف ہے۔

(6) مقاصد شریعت احکام کی علتوں اور نصوص کی حکمتوں کی حکمتوں کا علم رکھتا ہو۔

(7) علم اصول فقہ اور مآخذ شریعت سے احکام مستنبط کرنے کے طریقے جانتا ہو۔

(8) اس میں اجتہاد کی فطری استعداد بھی موجود ہو۔

اجتہاد کی شرائط کیا کیا ہیں؟

ABM Workshops

کن مسائل میں اجتہاد ہو سکتا ہے؟

جن مسائل کے متعلق شریعت میں قطعی الثبوت دلائل موجود ہوں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں مثلا نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج وغیرہ۔ اجتہاد صرف ان مسائل میں کیا جاسکتا ہے جن کے متعلق دلائل ظنی الدلالت ہوں یا جن کے متعلق سرے سے کوئی نص موجود ہی نہ ہو۔

(1) الوجیز (ص/401) الموافقات للشاطبی (57/4) المستصفی للغزالی (103/2)۔

(2) ایضا۔

اجتہاد کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں

اگرچہ بعض فقہا یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ائمہ کے گزر جانے کے ساتھ ہی اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اجتہاد کسی بھی زمانے یا وقت میں کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق کسی شخص میں شروط اجتہاد موجود ہونے اور مسائل پیدا ہونے کے ساتھ ہے۔

چونکہ یہ دونوں چیزیں قیامت تک رہیں گی (یعنی کہ ایسے لوگوں کا ایک گروہ جو دین پر ہمیشہ قائم رہے گا اور وقت بدلنے کے ساتھ نئے نئے مسائل کا رونما ہونا) اس لیے اجتہاد کی بھی تا قیامت ضرورت پیش آتی رہے گی۔

اجتہاد میں تبدیلی

اجتہاد بحث و نظر اور شرعی احکام کے استنباط کے لیے سخت کوشش کرنے پر منحصر ہے۔ اب اگر کوئی از حد محنت کے بعد کسی نتیجے پر پہنچے تو اسے چاہیے کہ اس پر عمل کرے اور اسی کے مطابق فتوی دے۔ لیکن اگر بعد میں اسے کوئی اور رائے (اپنی رائے سے) کتاب و سنت کے زیادہ قریب معلوم ہو تو پھر وہ اپنی پہلی رائے پر نہیں بلکہ دوسری رائے پر عمل کرے گا اور اسی پر فتوی دے گا۔ تاہم ایک ہی مجتہد کے ایک وقت میں دو متضاد اقوال ہونا کسی طور پر جائز نہیں۔ اگر مجتہد زیادہ ہوں اور پھر ان کے اقوال میں اختلاف ہو تو لوگوں کو اختیار ہو گا کہ وہ جس رائے کو کتاب و سنت کے زیادہ قریب پائیں اس پر عمل کریں۔ ایسی صورت میں یہ ہر گز نہیں ہو گا کہ ہر ایک کی رائے برحق ہو کیونکہ اجتہاد مختلف ہونے سے حق زیادہ نہیں ہو جاتے بلکہ حق کسی ایک کے ساتھ ہی ہو گا جسے تحقیق و تفتیش کے ذریعے حاصل کرنا لوگوں پر لازم ہے۔

اجتہاد کا اجر و ثواب

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (إذا حکم الحاکم فاجتھد ثم أصاب فلہ أجران وإذا حکم فاجتھد ثم أخطأ فلہ أجر) "اگر حاکم کسی فیصلے کے لیے اجتہاد کرنے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر وہ کسی فیصلے کے لیے اجتہاد کرے پھر اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے (پھر بھی صرف اجتہاد کا) ایک اجر ملے گا۔" (1)

اجتہاد کا طریقہ کار

مجتہد کو چاہیے کہ کسی بھی مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لیے سب سے پہلے کتاب و سنت میں دیکھے۔ اگر ان میں اسے مطلوبہ مسئلہ مل جائے تو کسی اور طرف رخ نہ کرے۔ اگر نہ ملے تو اس کتاب و سنت کے ظواہر اور منطوق و مفہوم میں تلاش کرے۔ اگر ان میں بھی نہ ملے تو نبی ﷺ کے اقوال اور امت کے لیے آپ ﷺ کی چھوڑی ہوئی تقریرات پر نظر دوڑائے۔ پھر اگر اجماع کو حجت سمجھتا ہے تو اس کی طرف آئے اور پھر قیاس (اور دیگر ذیلی مذخذ) کی طرف رجوع کرے۔ (2)

(1) بخاری (7352)، مسلم (3240) احمد (17126)

(2) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ارشاد الفحول (ص/358)

(84

اندھی تقلید

اندھی تقلید کی تعریف

لغوی اعتبار سے تقلید لفظ قلادہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی "پٹہ" ہے جیسے انسان جانوروں کے گلے میں ڈالتا ہے۔ اصطلاحی اعتبار سے اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں:

(1) امام شوکانیؒ نے یہ تعریف کی ہے (هو العمل بقول الغير من غير حجة) "تقلید یہ ہے کہ کسی دوسرے کی بات پر بلا دلیل عمل کیا جائے"۔

(2) امام غزالیؒ نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے (هو قبول قول بلا حجة) "کسی کی بات بلا دلیل قبول کر لینا"۔

(3) امام ابن ہمامؒ نے اس کی تعریف یوں کی ہے (العمل بقول من ليس قوله إحدى الحجج بلا حجة) "کسی ایسے شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا جس کا قول حجت نہ ہو"۔ امام شوکانیؒ نے اس کی تعریف کو احسن قرار دیا ہے۔ (1)

اندھی تقلید کا حکم

اصول و فروغ میں اندھی تقلید حرام ہے کیونکہ ہر مکلف شخص سے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول مطلاب ہے نہ کہ کسی شخص کی اندھی تقلید، مزید مذمت اندھی تقلید کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) تمام تنازعات میں صرف کتاب و سنت کی طرف ہی رجوع کا حکم ہے (فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّـهِ وَالرَّسُولِ)(النساء:59) "اگر کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اسکے رسول کی طرف لوٹاؤ"۔

(2) کتاب و سنت سے، یا کسی صحابی تابعی اور امام سے اندھی تقلید کی اجازت ثابت نہیں۔

(3) لفظ تقلید انسانوں کے لیے نہیں بلکہ جانوروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے (وَلَا الْقَلَائِدَ) (المائدہ:2) "اور پٹے پہنائے گئے جانوروں کی (بے حرمتی نہ کرو)۔" اور حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے ایک قاصد کو یہ کہہ کر بھیجا کہ (لا تبقين فی رقبة بعير قلادة من أو قلادة إلا قطعت) "کسی بھی اونٹ کی گردن میں مظبوط دھاگے کا پٹہ، یا کہا کہ کوئی بھی پٹہ ہر گز نہ چھوڑنا الا یہ کہ اس کاٹ دیا گیا ہو"۔(2) اور لغت کی معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ لفظ "تقلید" کا معنی کسی کے گلے میں پٹہ ڈال دینا یا کسی کی بات کو بغیر سوچے سمجھے اپنا لینا ہے"۔(3)

(4) مشرکین یہ بات کہا کرتے تھے کہ (إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ) (الزخرف:22) "ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہیں کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں "۔ معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں کی اندھی تقلید کرنا مشرکین کا عمل تھا۔

(5) (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّـهِ) (التوبہ:31) "انہوں (یعنی یہود ونصاری) نے اللہ تعالی کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا"۔ علماء کو رب بنانے کا مطلب رسول اللہ ﷺ نے یہ بتلایا کہ جس چیز کو علماء حلال کہیں اسے حلال قرار دیا جائے اور جس چیز کو حرام کہیں اسے حرام قرار دے دیا جائے۔(4)

(6) جہنمی لوگ آگ میں یہ صدا لگائیں گے (رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ) (الاحزاب:27-28) "اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے "۔

ABM Workshops

(7) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امت کو گمراہی سے بچانے کے لیے صرف وہ ہی چیزین پیچھے چھوڑی ہیں ایک قرآن اور دوسری سنت جیسا کہ حدیث میں ہے کہ(ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما ،کتاب اللہ وسنة نبیه)(5)

(8) (وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ) (الاسراء:36)"جس بات کا تمھیں علم ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑھو"۔اور اندھی تقلید علم نہیں بلکہ جہالت ہے جیسا کہ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ:اہل علم کا اتفاق ہے کہ اندھی تقلید علم نہیں ہے۔(6)

(9) (اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ) (الاعراف:3)"تم لوگ اس کی پیروی کرو جیسے تمہارے رب کی طرف نازل کیا گیا ہے اور اسے چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔"

(10) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا(لا یقلدن أحدکم دینة رجلا إن آمن آمن وإن کفر کفر ،فإنه لا أسوة فی الشر)"تم میں سے ہرگز کوئی کسی آدمی کی(اس طرح)اندھی تقلید نہ کرے کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لائے اور اگر وہ کفر کرے تو یہ بھی کفر کرے(کیونکہ)بلاشبہ برائی میں تو کوئی بھی شخص نمونہ نہیں ہوتا"۔(7)

جب کسی صحابی یا تابعی کی اندھی تقلید جائز نہیں تو کسی امام کی اندھی تقلید کیسے مباح ہو سکتی ہے۔جو لوگ اماموں کی بالخصوص ائمہ اربعہ اندھی تقلید کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ ایسی کوئی دلیل پیش کریں کہ ان اماموں نے انہیں اندھی تقلید کا کہا ہو حالانکہ ایسی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف ائمہ سے اقوال مروی ہیں جیسا کہ چند حسب ذیل ہیں:

(ابو حنیفہؒ)(1) (إذا صح الحدیث فھو مذھبی)"جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے"۔

(2)(حرام علی من لم یعرف دلیلی أن یقتی بکلامی)"جسے میری دلیل کا علم نہ ہوا اسے میرے قول پر فتوی دینا حرام ہے"۔(8)

(شافعیؒ)(1) (إذا وجد ثم فی کتابی خلاف سنة رسول اللہ فقولوا بسنة رسول اللہ ودعوا ماقلت)"جب تمہیں میری کتاب میں حدیث کے خلاف کوئی بات ملے تو تم حدیث کو لو اور میری بات کو چھوڑ دو"۔

ABM Workshops

(2)(كل ما قلت فكان عن النبى صلى الله عليه وسلم)خلاف قولى مما يصح فحديث النبى أولى فلا تقددونى "میرا قول جو بھی ہو لیکن اگر نبی ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہو جائے تو نبی ﷺ کی حدیث واجب الاتباع ہو گی اور میری اندھی تقلید ناجائز ہو گئی"۔(9)

(مالکؒ)(إنما أنا بشر أخطى وأصيب فانضروا فى رأبى فكل ماوافق الكتاب والسنة فخذوه وكل مالم يوافق الكتاب والسنة فانركوه)"میں صرف ایک انسان ہوں مجھ سے خطا اور درستگی دونوں کا امکان ہے لہذا تم میری رائے میں غور و فکر سے کام لو۔ جو قرآن و حدیث کے مطابق ہو اسے قبول کر لو اور جو قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو۔"(10)

(احمدؒ)(لا تقلدنى ولا تقلد مالكا ولا الشافعي ولا الأوزاعى ولا الشورى وخذ من حيث أخذوا)"میری اندھی تقلید نہ کرو اور نہ مالکؒ، شافعیؒ اوزاعی، اور ثوری کی ے قلید کرو بلکہ وہاں سے مسائل اخذ کرو جہاں سے ناہوں نے اخذ کیے ہیں۔"(11)

(1)ارشاد الفحول(ص/378)المستصفی للغزالی(2/378)الاحکام للامدی(4/192)تیسیر التحریر(4/242)الوجیز(ص/3100)

(2)بخاری(3005)

(3)المعجم الوسیز(ص/754)القاموس المحیط(ص/296)

(4) صحیح: صحیح ترمذی(2471)کتاب تفسیر القرآن: باب و من سورۃ التوبۃ، ترمذی(3095)

(5)مؤطا(1874)کتاب الجامع: باب النھی عن القول بالقدر

(6)اعلام الموقعین(2/165)

(7)اعلام الموقعین(2/172)

(8)حاشیۃ ابن عابدین(1/63)اعلام الوقعین(2/309)الاشتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقھاء لابن عبد البر(ص/145)

(9)زم الکلام للھروی(3/47)ابن عساکر(15/9/10)المجموع(1/63)أعلام الموقعین(2/361)الحلیۃ لا أبی نعیم (9/108)

(10)الجامع لابن عبد البر(2/32)الأحمام لابن حزم(2/149)

(11)أعلام الموقعین(2/178)

(1) (لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ) (التوبۃ:122)"تاکہ دین کا فہم حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں"۔

(2) (فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ) (النحل:43)"اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو"۔

مقلدین ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن میں کفار کی اندھی تقلید سے منع کیا گیا ہے، ہدایت یافتہ علماء کی اندھی تقلید سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس کا حکم دیا گیا۔

تو اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان آیات میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ اہل علم سے ان کی اپنی رائے یا ائمہ کی رائے دریافت کی جائے اور پھر آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی کر لی جائے بلکہ اہل علم سے صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول کی بات ہی دریافت کی جائیگی کیونکہ یہی دین ہے اس کے علاوہ کوئی اور چیز دین کا حصہ نہیں۔

مسئلہ دریافت کرنے کا طریقہ

جب کسی شخص کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو اسے سب سے پہلے چاہیے کہ کسی ایسے عالم دین سے دریافت کرے جو کتاب و سنت اور فقہی مسائل کا ماہر ہو۔ پھر جب وہ عالم فتوی دے اس سے پوچھے کہ کیا اللہ تعالہ اور اس کے رسول نے اس طرح فرمایا ہے؟ اگر عالم جواب میں ہاں کہے تو اسے اپنا لے اور تاحیات اس پر کاربند رہے۔ لیکن اگر کہے کہ یہ میری رائے ہے یا کسی امام وفقیہ کا نام لے کر کہے کہ یہ اس کا قول ہے تو ہرگز اسے اختیات نہ کرے بلکہ کسی اور سے مسئلہ دریافت کر لے۔

86) **تعارض اور اس کا حل**

شرعی دلائل میں تعارض کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلے میں ایک دلیل کسی حکم کی متقاضی ہو اور اسی مسئلے میں دوسری دلیل اس کے مخالف حکم چاہتی ہو۔ واضح رہے کہ ایسا تعارض فی الواقع شریعت میں موجود ہی نہیں البتہ مجتہد علماء کی نظر و فکر میں تعارض ممکن ہے کہ کوئی مجتہد اپنی کم فہمی اور مکمل دلائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک دلیل کو دوسرے کے مخالف خیال کرے۔ لہذا معلوم ہوا کہ شرعی دلائل میں تعارض حقیقی نہیں بلکہ ظاہری ہوتا ہے اور اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے علماءنے چند اصول مقرر کیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) جمع وتوفیق

ABM Workshops

سب سے پہلے یہ کوشش کی جائے گی کہ دونوں متعارض دلائل کے درمیان اس طرح تطبیق دی جائے کہ دونوں پر عمل ممکن ہو جائے جیسا کہ ایک حدیث میں نبی ﷺ سے قبلہ رخ بیٹھ کر قضائے حاجت کی ممانعت منقول ہے۔(1)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے خود قبلہ رخ ہو کر قضائے حاجت کی۔(2)

ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ممانعت کی احادیث فضا کے ساتھ خاص ہیں اور رخصت کی احادیث اوٹ، دیوار یا پختہ بنے ہوئے بیت الخلاء کے متعلق ہیں۔اس طرح دونوں قسم کے دلائل پر عمل ممکن بنا دیا گیا ہے۔

(2) ترجیح

جمع و توفیق ممکن نہ ہو تو دونوں دلیلوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح وفوقیت دی جائیگی اور پھر اس پر عمل کیا جائیگا جیسا کہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب سے اجتناب کرو۔(3)

اور دوسری میں ہے کہ نبی ﷺ نے عرنیین کو اونٹوں کے پیشاب بطور دوا پلایا تھا(4) تو بعض حضرات پہلی حدیث کو دوسری پر اس لیے ترجیح دیتے ہیں کیونکہ حرمت اباحت پر مقدم ہے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے نقصان دور کرنا زیادہ بہتر ہے۔

(3) نسخ

لغوی اعتبار سے نسخ "نقل اور ازالے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اور اصطلاحی اعتبار سے اس کی تعریف یہ ہے (رفع الحكم الشرعى بدليل شرعى متأخر) "ایک شرعی حکم کو متاخر شرعی دلیل کے زریعے کر دینا۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر ترجیح کی بھی کوئی صورت نہ ہو اور دونوں متعارض دلائل کے وقوع کی تاریخ معلوم ہو جائے تو بعد والے حکم کو ناسخ سمجھتے ہوئے اس پر عمل کیا جائیگا اور پہلے حکم کو منسوخ قرار دے کر چھوڑ دیا جائیگا۔ مثلا سورہ بقرہ کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی عنھا زوجھا کی عدت ایک سال ہے(240) اور اسی سورت کی دوسری آت سے متوی عنھا زوجھا کی عدت چار ماہ اور دس دن ثابت ہوتی ہے(234) چونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ دوسری آیت پہلی کے بعد نازل ہوئی اس لیے پہلی کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ سمجھا جائیگا اور دوسری پر ہی عمل برقرار رکھا جائیگا۔

(4) توقف

اگر ناسخ منسوخ کا بھی علم نہ ہو سکے تو دونوں دلائل پر عمل اس طرح چھوڑ دیا جائے گا جیسے اس کے متعلق کوئی نص ہے ہی نہیں اور کسی ایسے قرینے یا دلیل کو تلاش کیا جائے گا جس کے ذریعے گذشتہ تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کیا جا سکے گا۔

(1) صحیح: صحیح ابوداؤد (5) کتاب الطھارۃ: باب کراھیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، ابوداود (7)

(2)حسن:ابوداود(10)کتاب الطھارہ:باب الرخصة فی ذلک،ابوداود(13) (3) صحیح: صحیح ابوداود(10)ابوداود(20) (4)بخاری(233)	

(87

سختی ونرمی

شریعت اسلامیہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ آسان ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا(یسرا ولا تعسرا، بشرا ولا تنفرا)"تم دونوں آسانی کرنا،مشکل میں نہ ڈالنااور خوشخبری دینا،تنفر نہ کرنا"۔(1)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں(یسروا ولا تعسرو وسکنوا ولا تنفروا)"آسانی پیدا کرو،تنگی پیدا نہ کرو لوگوں کو تسلی دو اور نفرت نہ دلاؤ"۔(2)

رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی عمل تھا کہ ہمیشہ آسان معاملات کو ہی اختیار فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (ما خیر رسول الله بین أمرین قط إلا أخذ أیسرهما مالم یکن إنما) "جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں میں سے ایک چننے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ہمیشہ ان میں آسان کو اختیار فرمایا،بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہوتا"۔(3)

اسی طرح حضرت ابوبرزہ واسلمی رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آسان صورتیں اختیار کرتے دیکھا ہے۔(4)

ایک مرتبہ کسی دیہاتی نے مسجد میں پیشاب شروع کر دیا۔لوگوں نے اسے ڈانٹنے کی کوشش کی تو نبی ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑدو۔۔۔۔(فإنما یعتثم میسرین ولم تبعثو معسرین)"" بلاشبہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔(5)

قرآن میں بھی اس بات کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ چند حسب ذیل ہیں:

(1) (يُرِيدُ اللَّـهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ) (البقرہ:185) "اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں"۔

(وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ) (الحج:78)"اللہ تعالی نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی"۔

ABM Workshops

ثابت ہوا کہ شریعت اسلامیہ آسان ہے اور آسانی چاہتی ہے۔ تنگی، مشقت، سختی اور بے جا شدت پسندی نہیں چاہتی نیز اس آسانی کا مطلب یہ بھی کہ ہر انسان کو صرف وہی حکم دیا گیا ہے جس کا نفس انسانی متحمل ہے ورنہ تھوڑی بہت محنت و مشوت تو ہر کام میں ہی اٹھانی پڑتی ہے۔

یاد رہے کہ اس آسانی کا مفہوم یہ ہر گز نہیں ہے کہ مسائل میں اس قدر تساہل برتا جائے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنالیا جائے۔ اور ایسے علماء جو ہر مسئلے میں بے حد تنگی و تحریم کی کوشش کرتے ہیں انہیں بھی چاہیے کہ معتدل و متوسط راہ اختیار کرتے ہوئے آسانی کی طرف میلان رکھیں۔ صحابہ کرام کا بھی یہی عمل تھا جیسا کہ عمر بن اسحاق فرماتے ہیں کہ (فمارأیت قوما أیسر سیرة ولا أقل تشدیدا منھم) "میں نے کوئی قوم نرمی کے اعتبار سے صحابہ سے زیادہ نرم اور سختی کے اعتبار سے ان سے کم نہیں دیکھی"۔(6)

اس لیے اگر کوئی قاضی و مفتی ہے تو اسے چاہیے کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے سوال کرنے والوں کے لیے آسانی پیدا کرے۔ اگر کوئی حاکم ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی رعایا پر مشقت نہ ڈالے، لوگوں پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔ اور اور اگر کوئی عام فرد ہے تو اسے بھی چاہیے کہ تمام مسلمانوں سے ان معاملات میں نرمی کرنے کی کوشش کرے۔(واللہ اعلم)

(1)بخاری(6124)

(2)بخاری(6125)ایضا

(3)بخاری(6126)

(4)بخاری(6127)

(5)بخاری(6127)

(6)دارمی(51/1)

88) حلال وحرام قرار دینے میں جلد بازی سے اجتناب

اللہ تعالی نے بہت جلد حلال وحرام کا حکم لگانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ (وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ) (النحل:116) "کسی چیز کو انسان اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالی پر جھوٹ بہتان باندلو۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالی پر بہتان بازی کرنے والے کامیابی سے محروم رہتے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیرؒ مطراز ہیں کہ "اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جس نے کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کے پاس اس کے متعلق کوئی شرعی ثبوت موجود نہ ہو۔ یا جس نے کسی ایسی چیز کو حلال قرار دے دیا جیسے اللہ تعالی نے حرام کیا ہو، یا جس

نے کسی ایسی چیز کو حرام قرار دی دیا جیسے اللہ تعالی نے مباح کہا ہو اور یہ سب کچھ وہ شکص محض اپنی رائے اور خواہش کے ذریعے کرے (نہ کہ کسی ثبوت کے تحت)۔(1)

اس الہی تخویف و تحذیر اور انتباہ و سرزنش کی بدولت سلف صالحین ایسے مسائل کے متعلق بالجزم حکم لگانے سے اجتناب کرتے تھے کہ جن کی حرمت و حلت کے بارے میں صریح نصوص موجود نہیں ہوتی تھیں۔ اور یقینا یہ ان کے تقوی و پرہیز گاری فقاہت و انابت، خشوع و خضوع اور کمال حق پرستی کی علامت تھی۔ سلف سے بہت زیادہ اس قسم کے اقوال و واقعات منقول ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(1) امام اعمش ؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم ؒ کو کبھی بھی کسی مسئلے کے متعلق حلال یا حرام کہتے ہوئے نہیں سنا بلکہ وہ صرف یہی کہا کرتے تھے کہ "صحابہ اسے مکروخیال کرتے تھے یا کہتے کہ وہ اسے مستحب سمجھتے تھے"۔(2)

(2) امام مالک ؒ فرماتے ہیں کہ "لوگوں کا اور گذشتہ سلف کا یہ معمول نہیں تھا اور نہ ہی میں نے کسی امام و مفتی کو کسی چیز کے متعلق یہ کہتے ہوئے پایا کہ یہ حلال ہے اور حرام ہے۔ اور حلال یا حرام کا فتوی نہیں لگاتے تھے"۔(3)

(3) امام احمد ؒ بھی بہت زیادہ مسائل میں محض توقف سے ہی کام لیتے تھے اور صریح حکم لگانے سے اجتناب کرتے تھے (4)۔

اگرچہ سلف سے اس طرح کے بہت زیادہ آثار مروی ہیں لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ چند صورتوں میں واضح حکم لگانا ہی بہتر ہے۔

(1) جب کسی حکم کے متعلق حرمت و حلت کتاب و سنت کی صحیح صریح نصوص سے ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن عبد البر ؒ امام مالک ؒ کے قول کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ان کا قول ایسے شخص کے متعلق ہے جو محض رائے و استحسان کے ذریعے کسی ایسے مسئلے میں حلت و حرمت کا حکم لگائے جس کے متعلق واضح حلال و حرام کا حکم شریعت میں منقول نہ ہو۔ (واللہ اعلم)(5)

(2) جب کوئی محقق دلیل کے ذریعے کسی کام کی حرمت تک پہنچ جائے اور لوگ اس مسئلے میں بے خوفی کا شکار ہونے کے باعث کثرت سے اس میں مبتلا ہوں اور یہ بات طے ہو کہ اگر اس مسئلے میں واضح حرمت کا حکم نہ لگایا گیا تو لوگ مداہنت و سستی کرتے ہوئے بہت زیادہ اس میں مفتون و اسیر ہو جائیں گے تو اوقت صرف صریح حرمت کا حخم لگانا چاہیے۔

سوال: کیا کسی مسلم کو اپنی جانب سے کوئی چیز حلال یا حرام کرنے کا حق ہے؟

(1)تفسیر ابن کثیر (232/2)

(2)دارمی (64/1)

(3)جامع بیان العلم (146/2)

(4)الاتجاھات الفقھیۃ عند اصحاب الحدیث (ص/416)

(5)جامع بیان العلم (146/2)

(89

شرعی دلائل کی ترتیب

جمہور فقہا کے نزدیک شرعی دلائل کی ترتیب یوں ہے کہ کسی بھی شرعی حکم کو جاننے کے لیے سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ یہ تمام دلائل کا مرجع ہے۔ اگر مطلوبہ حکم قرآن میں نہ ملے تو پھر سنت کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اجماع کسی نہ کسی نص پر ہی منعقد ہوتا ہے۔ اگر اس مسئلے میں اجماع بھی نہ ہو تو پھر قیاس کی طرف رجوع کرنا لازم ہو گا۔ معلوم ہوا کہ شرعی دلائل کی ترتیب یوں ہے۔ سب سے پہلے قرآن، اس کے بعد سنت، اس کے بعد اجماع، اور آخر میں قیاس۔ جمہور فقہاء نے مندرجہ ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

(1) رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا: اگر تمہارے پاس فیصلے کے لیے کوئی مسئلہ پیش ہو تو اس کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اگر تمہیں اس میں وہ حکم نہ ہو تو اس کا فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں سنت رسول سے فیصلہ کروں گا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر تمہیں سنت سے بھی حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے"۔ (1)

نوٹ: شیخ البانی اس حدیث کو ضعیف مانتے ہیں، وہ اس ترتیب کو نہیں مانتے، قرآن اور صحیح احادیث سے مسئلہ مستنبط کیا جائے گا، فضیلت کے اعتبار سے قرآن پہلے ہے لیکن حجت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی تفاوت نہیں پایا جاتا۔

(1) ضعیف: ضعیف ابوداود (770) کتاب القضاء: باب اجتھاد الرای فی القضاء، الضعیفۃ (881) (286/2) ابوداود (3592) دارمی (60/1) احمد (230/5) بیھقی فی السنن الکبری (114/10) طیالسی (286/1) ابن سعد فی العقیقات (347/2) امام ابن قیمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (اعلام الوقعین 202/10) شیخ عبد القادر آرنؤوط نے بھی اسی کو طر قرار رکھا ہے۔ (تخریج جامع الاصول (178/10) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور امام ابن کثیرؒ نے اس سند کو جید کہا ہے۔ (دقائق التفسیر (110/1) تفسیر ابن کثیر (4/1)۔

(90

اتباع سنت اور مخالف سنت اقوال ترک کرنے کے بارے میں ائمہ کرام کے اقوال

از علامہ البانی رحمہ اللہ

ہم مفید سمجھتے ہیں کہ یہاں ائمہ کے ان سارے اقوال یا بعض کو جس سے ہمیں واقفیت ہے درج کر دیں، شاید ان میں ان لوگوں کے لیے کچھ پند و موعظت ہو جو صرف انہیں کی نہیں بلکہ ان سے بدر جہا کمتر لوگوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں، اور ان کے مذاہب و اقوال سے اس قدر وابستگی رکھتے ہیں گویا وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ.(الاعراف:3)

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر من گھڑت سرپرستوں کی اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

(1) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال

ائمہ میں سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، ان کے شاگردوں نے ان سے متفرق اقوال مختلف الفاظ میں روایت کیا ہے، جن کا ماحصل حدیث صحیح پر عمل کرنے کو واجب قرار دینا، اور ائمہ کرام کے جو قول سنت کے مخالف ہیں انہیں چھوڑ دینا ہے:

(1) پہلا قول: جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔

(2) دوسرا قول: کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ میرے قول پر عمل کرے جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے: جسے میری دلیل کا علم نہ ہو اس کے لیے میرے قول پر فتوی دینا حرام ہے، اور ایک روایت میں یہ زیادتی ہے: کیونکہ ہم بشر ہیں، ایک فتوی آج دیتے ہیں اور کل اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے: اے یعقوب (امام ابو یوسف) اللہ تم پر رحم کرے، جو کچھ مجھ سے سنتے ہو سب مت لکھ لیا کرو، کیونکہ میں آج ایک فتوی دیتا ہوں اور کل اس سے رجوع کر لیتا ہوں، اور کل ایک فتون دیتا ہوں اور پرسوں اس سے رجوع کر لیتا ہوں۔

(3) تیسرا قول: جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو، تو میری بات کو چھوڑ دو۔

(2) امام مالک رحمہ اللہ کے اقوال

اور رہے امام مالک رحمہ اللہ تو انہوں نے فرمایا:

ABM Workshops

پہلا قول: میں انسان ہی ہوں، مجھ سے خطا اور صواب دونوں کا امکان ہے، اس لیے تم میری رائے اور فتوی میں غور و تامل سے کام لو، جو قرآن و حدیث کے مطابق ہو اسے قبول کر لو، اور جو قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو اسے ترک کر دو۔

دوسرا قول: نبی ﷺ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جاسکتی ہو، صرف نبی ﷺ ہی ایسے ہیں جن کی ہر بات کا قبول کرنا فرض ہے۔

تیسرا قول: ابن وہب کا بیان ہے کہ امام مالک سے وضوء میں پیر کی انگلیوں کے خلال کرنے کی بابت پوچھا گیا، تو میں نے انہیں کہتے سنا کہ: لوگوں پر اس کا کرنا ضروری نہیں ہے۔ میں خاموش رہا تا آنکہ حاضرین مجلس کم ہو گئے پھر میں نے عرض کیا، ہمارے یہاں مصر میں اس مسئلہ میں ایک حدیث پائی جاتی ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا، وہ کونسی حدیث ہے، میں نے کہا: لیث بن سعد اور ابن لہیعہ اور عمرو بن الحارث نے ہمیں حدیث سنائی یزید بن عمرو المعافری سے، انہوں نے روایت کیا ابو عبد الرحمن الحبلی سے، انہوں نے روایت کیا مستورد بن شداد القرشی سے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی چھوٹی انگلی سے اپنے پیروں کی انگلیوں کے درمیان رگڑتے دیکھا۔ امام مالک نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے، میں نے اس سے پہلے یہ حدیث کبھی نہ سنی، ابن وہب کا بیان ہے کہ پھر اس کے بعد امام مالک سے وضوء میں انگلیوں کے خلال کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو میں نے سنا کہ وہ اس کے کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

(3) امام شافعی رحمہ اللہ کے اقوال

اور رہے شافعی رحمہ اللہ تو ان سے ترک تقلید کے بارے میں بکثرت اور انتہائی عمدہ اقوال منقول ہیں۔ اور ان اقوال پر ان کے متبعین کو دوسروں سے زیادہ عمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

پہلا قول: کوئی شخص ایسا نہیں جو بعض حدیثیں بھول نہ گیا ہو، یا بعض حدیثیں اس پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہی ہوں، اس لیے اگر میں نے کوئی بات کہی ہو یا کوئی اصولی قاعدہ بیان کیا ہو لیکن اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے میری بات کے خلاف منقول ہو، تو بات وہی مانی جائے گی جو رسول اللہ نے کہی، اور وہی میرا قول ہوگا۔

دوسرا قول: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث مل جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ حدیث کو چھوڑ کر کسی اور کے قول پر عمل کرے۔

تیسرا قول: جب تمہیں میری کتاب میں حدیث کے خلاف کوئی بات ملے تو تم حدیث کو لو اور میری بات کو ترک کر دو۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: تم حدیث کی اتباع کرو اور کسی دوسرے کے قول کی طرف التفات بھی نہ کرنا۔

چوتھا قول: جب صحیح حدیث ملے تو وہی میرا مذہب ہے۔
پانچواں قول: تمہیں حدیث اور رواۃ کا علم مجھ سے زیادہ ہے، پس جب بھی کوئی صحیح حدیث ملے تو مجھے اسے بتاؤ وہ حدیث کوفی بصری یا شامی چاہے جو بھی ہو، تاکہ جب وہ صحیح ہو تو میں اسے اپنا مذہب قرار دوں۔
چھٹا قول: جس مسئلہ میں محدثین کے نزدیک نبی ﷺ کی کوئی صحیح حدیث میرے قول کے خلاف ہو تو میں اپنے اس قول سے اپنی زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی رجوع کرتا ہوں۔
ساتواں قول: جب مجھے کوئی ایسی بات کہتے دیکھو جو صحیح حدیث کے خلاف ہو، تو جان لو کہ میری عقل کھو گئی ہے۔
آٹھواں قول: میرا قول جو بھی ہو لیکن اگر نبی ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہو تو اس صورت میں حدیث واجب الاتباع ہو گی اور میری تقلید کرنا ناروا ہو گا۔
نواں قول: نبی ﷺ کی ہر حدیث میرا قول ہے، چاہے تم نے اسے مجھ سے نہ بھی سنا ہو۔

(4) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اقوال

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ائمہ کرام میں حدیث کے سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ عامل بالحدیث تھے حتیٰ کہ قیاس و رائے پر مشتمل کتابوں کی تصنیف و تالیف کو ناپسند کرتے تھے، اسی لیے انہوں نے فرمایا:
پہلا قول: میری تقلید نہ کرو اور نہ مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری کی تقلید کرو بلکہ تم وہاں سے مسائل اخذ کرو جہاں سے انہوں نے اخذ کیا ہے۔
اور ایک دوسری روایت میں ہے: تم اپنے دین میں ان میں سے کسی کی تقلید نہ کرنا، جو نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہو اسے قبول کرو، رہے تابعین عظام تو تمہیں ان کے اقوال کے لینے نہ لینے کا اختیار ہے۔
اور ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا: اتباع یہ ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے جو ثابت ہو آدمی اس کی اتباع کرے، پھر اس کے بعد اسے تابعین کے اقوال کی اتباع کرنے نہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔
دوسرا قول: اوزاعی، مالک اور ابو حنیفہ کی رائیں رائیں ہی ہیں، میرے نزدیک ان کا درجہ –حجت نہ ہونے میں– یکساں ہے، دلیل و حجت تو صرف احادیث اور آثار ہیں۔
تیسرا قول: جس نے نبی ﷺ کی حدیث ٹھکرا دی وہ ہلاکت کے دہانے پر ہے۔

ABM Workshops

یہ ہیں ائمہ اربعہ کے اقوال حدیث پر عمل پیرا ہونے کی تاکید اور ان کی اندھی تقلید سے ممانعت کے بارے میں، یہ اقوال اتنے واضح اور بین ہیں کہ ان میں کسی جدال اور تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس بنا پر اگر کسی نے ائمہ کے بعض اقوال کی مخالفت ہی کر کے ساری صحیح حدیثوں پر عمل کیا تو وہ ان کے مذہب سے الگ اور ان کے طریقے سے خارج نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں وہ سارے ائمہ کا پیروکار اور ایسی مضبوط رسی کو تھامے ہوئے ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی، ہاں ائمہ کا نافرمان اور ان کے اقوال کا مخالف وہ ہے جس نے حدیث صحیح کو صرف اس لیے چھوڑ دیا کہ وہ ان کے اقوال کے خلاف ہے، حالاں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.(النساء:65)

سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہوسکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. (النور:63)

سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث ملے اس پر واجب ہے کہ اسے امت کو بتائے، امت کا خیر خواہ ہو اور اسے رسول اللہ ﷺ کے امر کی اتباع کا حکم دے، چاہے یہ امت کے بڑے امام کی رائے کی خلاف ہی کیوں نہ پڑے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم تعظیم واقتداء کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت کسی امام کی عظیم رائے کے جس سے نادانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بعض چیزوں میں مخالفت ثابت ہو چکی ہے، اسی لیے صحابہ کرام اور ان کے بعد کے لوگوں نے ہر صحیح حدیث کی مخالفت کرنے والے شخص پر رد کیا ہے، اور بسا اوقات تو اس رد میں بڑی شدت سے کام لیا ہے، جس کا سبب کوئی ذاتی بغض نہ تھا بلکہ ان کے دلوں میں مردود علیہ کی محبت اور عظمت موجود تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ ان کے نزدیک ان سے بھی زیادہ محبوب تھے اور آپ کا حکم ہر مخلوق کے حکم پر بالا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے اگر کسی کا قول ٹکراتا ہے تو رسول اللہ

ﷺ کا فرمان ہی مقدم ہو گا اور اسی کی اتباع کی جائے گی، اور اس میں امام مخالف کی عظمت رکاوٹ نہیں بن سکتی چاہے وہ عند اللہ مغفور لہ ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ امام اپنی اس بات کے ترک کرنے کو ناپسند نہیں کرے گا جو رسول اللہ کے فرمان کے خلاف ہو۔

میں کہتا ہوں: ائمہ کرام اسے ناپسند کیوں کریں گے جبکہ انہوں نے -جیسا کہ گذر چکا ہے- خود اپنے متبعین کو سنت کی اتباع کا حکم دیا ہے اور ان پر واجب قرار دیا کہ ان کے مخالف سنت اقوال کو ترک کر دیں۔ بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے تو اپنے اتباع کو حکم دیا ہے کہ وہ صحیح حدیثوں کو ان کر طرف منسوب کریں چاہے انہوں نے ان پر عمل نہ بھی کیا ہو، یا کے خلاف کیا ہو، یہی وجہ ہے کہ جب محقق تقی الدین ابن دقیق العید نے ایک ضخیم اور موٹی جلد میں ان مسائل کو جمع کیا جن میں سارے یا بعض ائمہ کا مذہب حدیث صحیح کے خلاف ہے تو اس کتاب کی ابتداء میں انہوں نے کہا: "ان مسائل کی نسبت ائمہ مجتہدین کی طرف کرنا حرام ہے، ان ائمہ کے مقلد فقہاء پر ان کی معلومات رکھنا واجب ہے تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ ان مسائل کو ائمہ کی طرف منسوب کر کے غلط بیانی میں مبتلا ہو جائیں۔

ائمہ کے بعض اقوال کو ان کے متبعین کا سنت کی اتباع میں ترک کرنا

انہیں اسباب و وجوہ کی بنا پر ائمہ کے متبعین نے اپنے ائمہ کی ساری باتوں کو قبول نہ کیا بلکہ ان کی بہت ساری باتوں کو مخالف سنت ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا، حتیٰ کہ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے اپنے استاذ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ثلث مذہب میں مخالفت کی، فقہ کی کتابوں میں اس کا مکمل طور پر بیان موجود ہے، اسی جیسی بات امام شافعی وغیرہ کے متبعین امام مزنی وغیرہ کے بارے میں بھی کہی جاتی ہے، اگر ہم اس دعوی پر مثالیں پیش کریں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی، اور ہم اس اختصار کی حد سے باہر نکل جائیں گے جو اس کتاب میں ملحوظ و مقصود ہے اس لیے ہم فقط دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

1۔ امام محمد رحمہ اللہ اپنی "موطا ص 158" میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نماز استسقاء کے قائل نہیں تھے مگر ہم کہتے ہیں کہ لوگوں کو امام دو رکعت نماز پڑھائے پھر اس کے بعد دعا کرے اور اپنی چادر الٹے۔

2۔ امام محمد کے شاگرد عصام بن یوسف جن کا شمار امام ابو یوسف کے شاگردان خاص میں تھا، یہ بکثرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے خلاف فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی ان مسائل میں انہیں دلیل نہ مل سکی ہاں دیگر ائمہ کے مذہب کی دلیل ان کے سامنے تھی اس لیے انہوں اسی کے مطابق فتوے دیے، اسی لیے وہ رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے، جیسا کہ اس کا ثبوت نبی ﷺ سے متواتر حدیث میں موجود ہے، پس ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد کی اس متواتر حدیث کی مخالفت امام عصام بن یوسف کے اس پر عمل پیرا ہونے میں مانع نہ ہوئی، اور یہی ہر مسلمان کا طریقۂ کار ہونا چاہیے کیونکہ ائمہ اربعہ نے اسی کی وصیت کی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

ABM Workshops

چند شبہات اور ان کے جوابات

1۔ پہلا شبہ: بعض نوجوانوں نے کہا کہ بلاشک ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم اپنے سارے دینی امور میں نبی ﷺ کے طور و طریق ہی کی طرف رجوع کریں، خصوصا ان میں وہ باتیں جن کا تعلق صرف عبادات سے ہے کہ ان میں رائے اور اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ وہ تمام تر توقیفی ہیں، مثلا نماز کو لے لیجیے، لیکن ہم تو مقلد علماء میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھتے جو اس بات کی دعوت دیتا ہو، بلکہ ہم تو انہیں دیکھ رہے ہیں کہ وہ دینی مسائل میں اختلاف وافتراق کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ یہ امت کے حق میں وسعت پیدا کرنا ہے، اور وہ اپنے اس دعوی کے ثبوت میں حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" پیش کرتے ہیں (یعنی میری ات کا اختلاف رحمت ہے) اور اہل حدیث لوگوں کا رد کرتے ہوئے اس حدیث کا باربار وہ ورد کرتے ہیں، پس ہمیں تو لگتا ہے کہ یہ حدیث آپ کے اس منہج دعوت کی مخالفت ہے جس کی خاطر آپ نے اپنی یہ کتاب اور اس کے علاوہ دیگر کتابیں تالیف فرمائی ہیں، تو آپ اس حدیث کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

اس سوال کا دو طریقے سے جواب دیا جا سکتا ہے:

1) پہلا جواب:

"اختلاف امتي رحمة" والی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ وہ باطل اور بے بنیاد و بے اصل ہے، علامہ سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث کی نہ کوئی صحیح سند ملی اور نہ ضعیف و موضوع ہی۔

میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث "إختلاف أصحابي لكم رحمة" کے لفظ سے وارد ہے، (ترجمہ: میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے)۔ اور ایک دوسری حدیث "أصحابي كالنجوم، فبأيهم اقتديتم اهتديتم" کے لفظ سے وارد ہے (ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پس ان میں سے تم جس کی بھی اقتدا اور پیروی کروگے ہدایت یاب ہوگے)۔

مگر یہ دونوں حدیثیں بھی صحیح نہیں ہیں، پہلی تو غایت درجہ ضعیف ہے اور رہی دوسری تو وہ موضوع ہے۔ میں نے ان حدیثوں پر تحقیقی بات سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ کی احادیث نمبر 58، 59، 61 میں کی ہے۔

2) دوسرا جواب:

"إختلاف أمتي رحمة" والی حدیث ضعیف ہونے کے ساتھ قرآن کریم کے بھی مخالف ہے، کیونکہ قرآن کریم کی وہ آیتیں جن میں دین میں اختلاف کرنے کی ممانعت اور اتفاق واتحاد کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اتنی مشہور و معروف ہیں کہ انہیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی بعض آیتوں کو بطور مثال پیش کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ABM Workshops

۱۔اللہ تعالی نے فرمایا:"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ" . آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی ۔(الانفال:46)

۲۔اللہ تعالی نے فرمایا:"وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ . مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ" . اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔(الروم:31-32)

۳۔اللہ تعالی نے فرمایا: "وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ.إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ". وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے بجز ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے۔(ہود:118-119)

پس اگر جن پر اللہ کی رحمت ہے اختلاف نہیں کرتے، بلکہ اختلاف اہل باطل ہی کرتے ہیں، تو پھر یہ بات کیسے معقول ہو سکتی ہے کہ امت کا اختلاف رحمت ہے ؟!

پس ثابت ہو گیا کہ:"إختلاف أمتي رحمة" والی حدیث سند اور متن کسی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے، پھر تو یہ بات اب مکمل طور پر واضح ہو گئی کہ اس باطل حدیث کو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنانا جائز نہیں ہے، اور ائمہ کرام نے کتاب و سنت ہی پر عمل کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

2)دوسرا شبہ:

اور کچھ دیگر نوجوانوں نے کہا کہ جب دین میں اختلاف کرنے کی ممانعت آئی ہے تو صحابہ کرام اور ان کے بعد کے ائمہ دین کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے ؟ کیا صحابہ کے درمیان واقع اختلاف اور ان کے بعد آنے والوں کے باہمی اختلاف میں کوئی فرق ہے ؟

جواب: ہاں دونوں اختلاف میں بڑا فرق ہے، اور یہ فرق دو اعتبار سے ظاہر ہو گا:

1. پہلا تو سبب اختلاف کے اعتبار سے
2. دوسرا اس اختلاف کے آثار و نتائج کے اعتبار سے

چنانچہ صحابہ کرام کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا وہ اختیاری و ارادی نہیں بلکہ اضطراری تھا کیونکہ ان کی سمجھ میں اختلاف واقع ہونا ایک فطری بات تھی اور اس امر فطری کے علاوہ ان کے زمانے میں اور بھی دیگر چیزیں تھیں جو ان کے درمیان اختلاف کا سبب بنیں مگر وہ چیزیں صحابہ کے بعد کے زمانوں یں ختم ہو گئیں اور صحابہ کرام کے جیسے اختلاف سے مکمل طور پر چھٹکارا ممکن بھی نہیں۔ اور اس قسم کا اختلاف کرنے والا اس مذمت و ملامت کا مستحق نہیں ہے جس کا گذشتہ آیات اور ان جیسی دیگر آیات میں

ABM Workshops

ذکر آیا ہے، کیونکہ اللہ تعالی کے یہاں اختلاف کرنے پر مواخذہ اور گرفت کی شرط یہ ہے کہ انسان قصداً اختلاف کر کے اڑا رہے۔

لیکن غالبا جو اختلاف مقلدین کے درمیان پایا جاتا ہے اس کا ان کے پاس کوئی عذر نہیں کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ قرآن وحدیث سے واضح طور پر دلیل ملنے اور یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ یہ دلیل تو ان کے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب کی تائید کرتی ہے، اس دلیل کو محض اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ ان کے مذہب کے خلاف ہے، گویا ان کا مذہب ہی ان کے نزدیک اصل ہے، یا ان کا مذہب ہی وہ دین ہے جسے محمد ﷺ لے کر آئے، اور رہا دوسرے کا مذہب تو وہ دوسرا دین ہے جو منسوخ ہو چکا ہے۔

اور بعض مقلدین کا طریق کار اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ان کی رائے وخیال میں یہ سارے مذاہب اپنے وسیع تر اختلافات کے باوجود متعدد شریعتوں کی مانند ہیں، چنانچہ علماء مقلدین میں سے بعض متأخرین نے بصراحت کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان ان مذاہب میں سے جسے چاہیں اختیار کریں اور جسے چاہیں ترک کریں کیونکہ یہ سب الگ الگ شریعتیں ہیں۔

مقلدین کے یہ دونوں گروہ خود کو اختلاف پر باقی رکھنے کے لیے اسی باطل حدیث "اختلاف أمتي رحمة" کو دلیل میں پیش کرتے ہیں، ہم نے انہیں بارہا اس حدیث سے استدلال کرتے سنا ہے۔

اور بعض لوگ مذکورہ بالا حدیث کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مسائل میں اختلاف اس لیے رحمت ہے کہ اس میں امت کے لیے آسانی اور وسعت ہے، مگر یہ معنی گذشتہ آیات کی صراحت اور ائمہ کرام کے سابق اقوال کے مقصد ومضمون کے خلاف ہے اسی لیے بعض ائمہ سے کھلے بندوں اس معنی کی تردید منقول ہے، چنانچہ ابن القاسم نے فرمایا کہ میں نے امام مالک اور امام لیث کو یہ یہ کہتے سنا ہے کہ صحابہ کرام کا دینی مسائل میں اختلاف آسانی اور وسعت کا سبب نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں بلکہ ان کے اختلافات غلط ہیں یا صحیح۔

اور اشہب کا بیان ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کو صحابہ کرام کے اقوال ثقہ آدمی کی روایت سے ملیں تو کیا اس کے لیے یہ گنجائش ہے کہ جس قول پر چاہے عمل کرے؟ تو امام مالک نے فرمایا: اللہ کی قسم نہیں! الا یہ کہ وہ حق ہو، حق ایک ہی ہو گا، کیا دو مختلف اور متضاد قول حق ہو سکتے ہیں؟ حق وصواب تو ایک ہی ہو گا۔

امام شافعی کے شاگرد امام مزنی نے فرمایا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مسائل میں اختلافات ہوئے اور بعض نے بعض پر تعاقب وتنقید سے کام لے کر ایک دوسرے کی تردید کی حالانکہ اگر ان کی ہر بات حق وصواب ہوتی تو انہوں نے ہر گز آپس میں ایک دوسرے کا رد نہ کیا ہوتا، عمر

ABM Workshops

فاروق رضی اللہ عنہ ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں اختلاف کرنے پر برہم ہو گئے، ابی بن کعب کا کہنا تھا کہ ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ابن مسعود کہتے تھے کہ یہ اس وقت کی بات تھی جب کپڑوں کی کمی تھی، عمر فاروق غصہ میں باہر آئے اور فرمایا: صحابہ کرام میں دو ایسے شخص نے آپس میں جھگڑا کیا ہے جنہیں لوگ بنظر احترام دیکھتے اور ان سے دینی مسائل اخذ کرتے ہیں، ابی بن کعب کا کہنا صحیح ہے اور ابن مسعود نے بھی کوئی تقصیر نہیں کی لیکن آج کے بعد اگر میں نے پھر کسی کو اس بارے میں اختلاف کرتے پایا تو اسے سخت سزا دوں گا۔

اور امام مزنی نے یہ بھی فرمایا:

جو شخص اختلاف کو جائز سمجھے اور یہ کہے کہ دو عالم جب کسی واقعہ میں اجتہاد سے کام لیں اور ان دونوں میں سے ایک اسے حلال کہے اور دوسرا حرام تو وہ دونوں اس اجتہاد میں حق پر سمجھے جائیں گے۔ تو اس سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم یہ کسی شرعی بنیاد پر کہہ رہے ہو یا کسی قیاس کی بنا پر، اگر وہ کہے کہ میں یہ بات شرعی بنیاد پر کہہ رہا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ یہ کیسے شرعی بنیاد ہو سکتی ہے جب کہ قرآن کریم اختلاف کرنے سے روکتا ہے، اور اگر کہے کہ میں نے یہ بات قیاس کی بنیاد پر کہی ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اصول شریعت تو اختلاف کی تردید کریں اور تم انہیں اصول پر اختلاف کے جواز کا قیاس کرو۔ اس بات کو عالم کیا کوئی معمولی سمجھ کا آدمی بھی جائز نہیں کہے گا۔

اگر کوئی کہے کہ آپ نے امام مالک سے جو یہ نقل کیا ہے کہ: حق ایک ہی ہو گا متعدد نہیں ہو سکتا تو اس کے خلاف بھی امام مالک کا ایک قول استاذ زرقاء کی کتاب "المدخل الفقهي (1/89) میں یہ منقول ہے کہ:

ابو جعفر منصور اور اس کے بعد ہارون رشید نے قصد کیا کہ مذہب امام مالک اور ان کی کتاب موطا کو عباسی حکومت کا عدالتی قانون قرار دیں تو امام مالک نے ان دونوں کو اس قصد وارادہ سے منع فرمایا اور کہا کہ صحابہ کرام نے فروعی مسائل میں اختلاف کیا اور وہ مختلف ممالک اور شہروں میں پھیل گئے اور وہ سب حق پر ہیں۔

تو میں کہوں گا کہ امام مالک کا یہ بڑا معروف ومشہور قصہ ہے لیکن اس کے اخیر میں ان کی اس بات کو کہ "سارے صحابہ حق پر ہیں" میں نے اپنے علم کی حد تک کسی کتاب میں نہیں پایا۔ ہاں البتہ ایک روایت ابو نعیم اصبہانی نے حلیۃ الالیاء (6/332) میں اپنی سند سے نقل کی ہے مگر اس سند میں مقدام بن داؤد نامی شخص ہے جسے امام ذہبی نے اپنی ضعفاء میں ذکر کیا ہے، مزید برآں یہ کہ اس روایت میں "سارے صحابہ حق پر ہیں" کے بجائے "سارے صحابہ اپنے خیال وگمان میں حق پر ہیں" ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ کتاب المدخل کی روایت خانہ ساز ومن گھڑت ہے، اور ایسا اس لیے بھی ہے کہ یہ روایت امام مالک سے اس روایت

کہ: "حق ایک ہی ہے متعدد نہیں ہو سکتا" کے خلاف ہے جسے ثقات نے ان سے روایت کی ہے جیسا کہ اس کا بیان اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ اور یہی سارے ائمہ یعنی صحابہ و تابعین، ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبد البر (2/88) نے فرمایا:

اگر دو مختلف اور متضاد اقوال درست ہوتے تو سلف باہم ایک دوسرے کے اجتہاد اور فیصلے و فتاؤں کی تردید نہ کیے ہتے۔ اور عقل بھی اسے گوارہ نہیں کرتی کہ ایک چیز اور اس کی ضد دونوں ہی درست ہوں، کسی شاعر نے سچ کہا ہے:

اثبات ضدين معا في حال　　　اقبح ما يأتي من المحال

دو متضاد چیزوں کو بیک وقت ثابت کرنا محالات کے پیش کرنے کی قبیح تر صورت ہے۔

اگر کہا جائے کہ جب مذکورہ بالا روایت کی نسبت کا امام مالک کی طرف باطل ہونا ثابت ہو گیا تو پھر آخر امام مالک نے ابو جعفر منصور کو موطأ پر لوگوں کو جمع کرنے سے منع کیوں کر دیا اور ان کی پیش کش کو قبول کیوں نہ فرمایا؟

تو میں کہوں گا کہ سب سے اچھی مجھے جو روایت ملی ہے اس کا ذکر حافظ ابن کثیر نے "اختصار علوم الحدیث" ص 31 میں کیا ہے کہ امام مالک نے ابو جعفر منصور کے جواب میں کہا کہ: لوگوں نے حدیثیں اکٹھا کیں اور انہیں ایسی حدیثیں ملیں جو ہمیں نہ مل سکیں۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ امام مالک کا کمال علم و انصاف ہے۔

پس یہ ثابت ہو گیا کہ اختلاف سارا کا سارا شر ہے رحمت نہیں، البتہ ان میں سے بعض اختلاف پر انسان کی اللہ کے یہاں گرفت ہو گی جیسے متعصبین مذاہب کا اختلاف۔ اور بعض اختلاف قابل مواخذہ اور گرفت نہیں جیسے صحابہ کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ائمہ اسلام کا اختلاف، اللہ تعالی ہمارا حشر ان کے زمرے میں کرے اور ہمیں ان کی اتباع کی توفیق ارزانی فرمائے۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ کا اختلاف اور ہے اور مقلدین کا اختلاف کچھ اور۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اختلاف اضطرار اور مجبوری کا تھا اسی لیے وہ لوگوں کو اختلاف سے روکتے اور حتی الامکان اس سے خود بھی دور رہنے کی کوشش کرتے۔ مگر رہے یہ مقلد حضرات تو ان کے لیے یہ ممکن ہے کہ مسائل اختلاف کے ایک بڑے حصے سے گلو خلاصی کر لیں لیکن یہ نہ تو اتفاق کی راہ اختیار کرتے ہیں اور نہ اس کی کوشش ہی کرتے ہیں، بلکہ یہ اختلاف کو برحق بتاتے ہیں۔ پس یہ صحابہ کرام اور مقلد حضرات کے اختلاف کے درمیان کس قدر تفاوت اور دوری ہے۔ صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اختلاف میں نتائج اور عواقب کے اعتبار سے فرق اور بھی واضح ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فروعی مسائل میں باہمی اختلاف کے باوجود اتفاق و اتحاد باہمی پر شدت سے محافظت کرتے اور اس چیز سے مکمل طور پر دوری اختیار کرتے جو ان میں تفریق اور ان کی صفوں میں خلفشار پیدا

ABM Workshops

کرے، چنانچہ صحابہ کرام میں بعض حضرات نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بآواز بلند کہنے کے قائل تھے اور بعض اس کے آہستہ یعنی بلا آواز کہنے کے، اسی طرح ان میں ایسے بھی تھے جو نماز میں رفع الیدین کے قائل تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو اسے صحیح نہیں سمجھتے تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن کا کہنا تھا کہ عورت کے چھونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور بعض دیگر اس کے مخالف تھے۔ تاہم مسائل میں ان سارے اختلافات کے باوجود صحابہ کرام سب کے سب ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے، اور مسائل میں اختلاف کی بناپر کوئی صحابی کسی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے کتراتا نہیں تھا۔

مگر رہے مقلدین تو ان کا اختلاف صحابہ کے اختلاف کے بالکل الٹا ہے، چنانچہ مقلدین کے اختلاف کا اثر یہ ہے کہ مسلمان نماز جیسے عظیم رکن میں بھی اختلاف وانتشار کا شکار ہیں کہ جس کا اسلام میں کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بعد سب سے بڑا درجہ ہے، کیونکہ ہم میں سے بہت سارے لوگوں نے یہ سنا اور دیکھا بھی ہے کہ مقلد حضرات اجتماعی طور پر کسی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی نہیں ہوتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایسے امام کی نماز باطل یا کم از کم مکروہ ہوتی ہے جو ہمارے مذہب کا پیرو نہیں ہے۔ اور چونکہ یہ ان کی بعض مشہور زمانہ فقہ مذاہب کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لیے انہیں ایسا کہنے کا حق بھی پہنچتا ہے اور اسی اختلاف کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ کو ایک ہی جامع مسجد میں چار محرابیں ملیں گی جہاں چاروں مذہب کے امام یکے بعد دیگرے نماز پڑھاتے ہیں، ایک امام اپنے مذہب والوں کو نامز پڑھارہا ہوتا ہے مگر دوسرے مذہب والے اپنے امام کی آمد کے انتظار میں ہوتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ بعض مقلدین کے یہاں یہ اختلاف اور بھی سخت صورت اختیار کر گیا ہے، مثلاوہ کہتے ہیں کہ حنفی مرد کی شافعی عورت سے شادی جائز نہیں، پھر اس کے بعد حنفیوں کے مشہور مفتی۔ جن کا لقب "مفتی الثقلین "یعنی انس و جن کے مفتی ہے۔ نے فتوی صادر فرمایا جس میں انہوں نے حنفی مرد کی شادی شافعی عورت سے جائز قرار دی اور اس کا سبب یہ بتایا کہ "شافعی عورت کا درجہ یہود ونصاری کی عورتوں کا درجہ ہے"، اس عبارت کا مفہوم مخالف یہ ہے اور مفاہیم کتب حنفیہ کے یہاں معتبر ہے کہ شافعی مرد کی حنفی عورت سے شادی جائز نہیں ہو گی جس طرح کسی یہودی یا نصرانی مرد کی شادی کسی مسلمان عورت سے جائز نہیں ہے۔

یہ دو مثالیں تھیں اور اس کے علاوہ دیگر بہت ساری مثالیں ہیں جو ایک عقلمند انسان کو اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ متاخرین کے اختلاف اور اس پر ان کے اصرار کے بڑے برے نتائج واثرات ظاہر ہوئے، اس کے برعکس سلف صالحین کے باہمی اختلاف کا امت پر کوئی اثر نہیں پرا، اسی لیے وہ ان آیات سے بری ہیں جن میں اختلاف فی الدین سے منع کیا گیا ہے، اس کے برعکس متاخرین تو وہ ان آیات کے مصداق ہیں، اللہ تعالی ہم سب کو سیدھی راہ پر گامزن فرمائے۔

اور کاش ان مقلدین کے اختلاف کے نقصانات صرف مسلمانوں تک ہی محدود و منحصر رہے ہوتے تو معاملہ کچھ آسان ہوتا مگر افسوس کہ بہت سارے ملکوں میں تقلیدی نقصانات مسلمانوں کی حدود سے تجاوز کر کے غیر مسلموں تک پہنچ چکے ہیں، چنانچہ ان کے باہمی اختلافات غیر مسلموں کے جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے میں سد راہ بنے رہے۔ چنانچہ استاذ محمد الغزالی کی کتاب ظلام الغرب، ص200 میں یوں تحریر ہے۔

امریکہ کی برنستون یونیورسٹی میں منعقدہ کانفرنس میں کسی نے یہ سوال اٹھایا اور یہ سوال مستشرقین اور اسلامیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے درمیان آئے دن اٹھتا رہتا ہے کہ مسلمان دنیا کے سامنے کونسی تعلیمات پیش کریں گے، انہیں اس اسلام کی نشاندہی اور تعیین کرنی چاہیے جس کی وہ دعوت دینا چاہتے ہیں آیا وہ ان اسلامی تعلیمات کو پیش کریں گے جو سنیوں کے نقطۂ نظر کے مطابق ہیں یا ان تعلیمات کو جن کے اسلامی ہونے کے شیعہ یعنی امامیہ اور زیدیہ دعویدار ہیں۔

پھر ان میں سے ہر فرقہ آپس میں بھی برسرپیکار ہے، ان میں ایک جماعت اگر ترقی پسند نقطۂ نظر سے سوچتی ہے تو دوسری کو اپنی قدامت پسندی پر اصرار ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ داعیان اسلام مدعوین کو گرداب حیرت میں ڈالے ہوئے ہیں کیونکہ وہ خود ہی متحیر و سرگرداں ہیں۔

اور علامہ محمد سلطان معصومی رحمہ اللہ تعالی کے رسالہ "ھدیۃ السلطان الی مسلمی بلاد جابان" کے مقدمہ میں تحریر ہے:

مشرق اقصی جاپان کے شہر ٹوکیو اور اوساکا کے مسلمانوں کی طرف سے میرے پاس ایک سوال آیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

دین اسلام کی حقیقت کیا ہے، پھر مذہب کا کیا معنی ہے، کیا جو مذہب اسلام قبول کرلے اس کے لیے ضروری ہے کہ چاروں مذاہب مالک، حنفی، شافعی وغیرہ میں سے کسی ایک مذہب پر رہے، یا یہ ضروری نہیں ہے؟

کیونکہ یہاں تو ایک عظیم اختلاف اور نہایت نقصان دہ جھگڑا اس وقت واقع ہوا جب جاپونیا کے چند کھلے ذہن کے لوگوں نے اسلام میں داخل ہو کر مشرف بہ ایمان ہونا چاہا، انہوں نے اپنے اس معاملہ کو جب ٹوکیو کی "جمعیۃ المسلمین" کے سامنے رکھا تو ہندوستانیوں کی ایک جماعت نے کہا کہ ان پر فرض ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کریں کیونکہ وہ امت کے چراغ تھے، اور انڈونیشیا کی ایک جماعت نے کہا کہ ان پر لازم ہے کہ شافعی بنیں۔

جاپانیوں کو ان کی باتیں سن کر بڑا تعجب ہوا اور وہ اپنے مقصد میں حیرت زدہ ہو کر رہ گئے، چنانچہ مذاہب اربعہ کا معاملہ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کی راہ میں رکاوٹ بن گیا۔

(۳) تیسرا شبہ: اور کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ یہ آپ لوگ جو اتباع سنت اور ائمہ کرام کے مخالف سنت اقوال کے ترک کر دینے کی دعوت دے رہے ہیں اس کا معنی تو یہ ہوا کہ ائمہ کرام کے اقوال اور ان کے اجتہادات و آراء سے استفادہ کرنا مطلقا ترک کر دیا جائے۔

جواب: میں کہتا ہوں کہ یہ گمان بعید از صواب ہی نہیں بلکہ اس کا بطلان بالکل ظاہر و باہر ہے جیسا کہ میری گذشتہ تحریروں سے یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہوتی ہے کیونکہ وہ سب کی سب اس گمان باطل کے بالکل برعکس ہیں، ہماری دعوت تو صرف یہ ہے کہ مذاہب کو دین نہ بنالیا جائے اور نہ ہی انہیں قرآن اور حدیث کا درجہ دیا جائے کہ جب بھی کوئی تنازع واقع ہو یا پیش آمدہ واردات میں نئے احکام کے استنباط کا موقع ہو تو انہیں مذاہب ہی کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ موجودہ زمانے کے فقہاء کا طریقہ ہے کہ انہوں نے پرسنل نئے احکام اور نکاح و طلاق وغیرہ مسائل کا حل انہیں مذاہب ہی کی بنیاد پر مرتب کیا ہے، اس کے لیے انہوں نے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے کی قطعا زحمت گوارہ نہ کی کہ انہیں صواب و خطا اور حق و باطل کی معرفت اور تمیز ہو سکے بلکہ انہوں نے "ائمہ کا اختلاف رحمت ہے" کے طریقے کو اپنایا اور پھر ساری رخصتوں اور سہولتوں اور مزعومہ مصلحتوں کو اکٹھا کر دیا۔ امام سلیمان تیمی نے بڑی اچھی بات کہی ہے فرماتے ہیں: اگر تم نے ہر عالم کی رخصت پر عمل کیا تو تمہارے اندر ساری برائی جمع ہو جائے گی۔ اسے ابن عبد البر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (2/91-92) اور اس کے بعد فرمایا: اس پر امت کا اجماع ہے اور مجھے اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔

پس ہم اسی تقلید کا انکار کرتے ہیں، اور آپ نے دیکھا کہ ہمارا انکار اجماع کے مطابق ہے۔ رہے وہ مختلف فیہ مسائل جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی واضح نص موجود نہیں ان میں حق و صواب کی معرفت کے لیے یا نص تو ہے مگر وہ مزید وضاحت کا محتاج ہے اس کے لیے ائمہ کے اقوال کی طرف رجوع کرنے اور ان سے استفادہ کرنے اور مدد لینے کے ہم منکر نہیں، بلکہ ہم اس کا لوگوں کو حکم دیتے اور اس پر اکساتے ہیں کیونکہ جو قرآن و حدیث سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے اس کو اس سے فائدہ پہنچنے کی امید ہے۔

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے (2/172) فرمایا ہے:

میرے بھائی تم پر فرض ہے کہ اصول (کتاب و سنت) کو باہتمام حفظ کرو اور یہ بات یاد رہے کہ جس نے احادیث اور قرآن میں منصوص احکام کو حفظ کرنے کا اہتمام کیا اور فقہاء کے اقوال میں غور و خوض سے کام لے کر انہیں اپنے اجتہاد کا سہارا، طرق فکر و نظر کا رہنما اور ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھنے والی مجمل سنتوں کی تفسیر قرار دیا اور کسی امام کی تقلید اس طرح نہ کی جس طرح کہ سنت کی اتباع ہر حال میں بلا پس و پیش اور بغیر کسی تردد کے واجب ہوتی ہے اور احادیث نبویہ کے حفظ اور ان میں غور و خوض

سے کام لینے میں علماء کے جادہ سے نہیں ہٹا بلکہ ان میں بحث و تمحیص اور غور و فہم میں ان کے قدم بہ قدم چلا اور افادات و تنبیہات میں ان کی مساعی جمیلہ کا شکر گذار رہا اور ان کی اصابت رائے پر جن کی ان کے یہاں اکثریت ہے ان کی مدح وستائش کی اور ان ائمہ کو لغزشوں سے مبرا نہیں سمجھا جیسا کہ خود بھی انہوں نے اپنے کو لغزشوں سے بری نہیں قرار دیا تو یہی وہ طالب علم ہے جو سلف صالحین کی راہ پر گامزن ہے اور وہی خوش نصیب اور راہ ہدایت کا متلاشی ہے، نبی ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و کردار کا پیروکار ہے۔

مگر جس نے اپنے کو فکر و تدبر سے دور رکھا اور ہماری مذکورہ باتوں سے اعراض اور روگردانی کی اور سنن کی اپنی رائے اور قیاس سے مخالفت کی اور احادیث کو اپنے مبلغ علم کا تابع فرمان بنانا اس کا مقصد حیات رہا تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے لیکن جو ہماری بیان کردہ ساری باتوں سے جاہل ہو اور بغیر علم کے بے دریغ فتوی دینے لگے تو وہ اور بھی بے بصیرت اور گمراہ تر ہے۔

فهذا الحق ليس به خَفاءٌ

واضح اور روشن راہ تو یہ ہے،

فَدَعْنِيْ عَنْ بُنَيَّاتِ الطَّرِيْقِ

پھر مجھے تم پگڈنڈیوں پر کیوں لے جا رہے ہو

(۴) چوتھا شبہ: پھر بعض مقلدین کے یہاں ایک غلطی عام ہے جو انہیں ان کے مذہب کے خلاف حدیثوں پر عمل پیرا ہونے سے مانع ہوتی ہے اور وہ غلطی یہ ہے کہ ان کا گمان ہے کہ مخالف مذہب حدیثوں پر عمل کرنے کا لازمی مطلب امام صاحب کی غلطی ثابت کرنا ہے اور امام صاحب کی خطا اور غلطی ثابت کرنے کا مطلب ان پر حملہ کرنا ہے اور جب کسی معمولی مسلمان پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے تو کسی امام پر کیسے جائز ہو سکتا ہے ؟!

جواب: یہ مطلب غلط اور باطل ہے جس کا سبب سنت کے سمجھنے کی کوشش سے روگردانی اور انحراف ہے ورنہ یہ مطلب کسی عقلمند مسلمان کی زبان پر نہیں آسکتا تھا کیونکہ نبی ﷺ کا خود ارشاد ہے: اگر فیصلہ کرنے والا اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اجتہاد درست ہے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا اور اگر اجتہاد خطا کر جائے تو اسے ایک گونہ ثواب ملے گا۔

پس یہ حدیث مطلب مذکور کی تردید کرتی اور اس حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کرتی ہے کہ جب کوئی یہ کہے کہ فلاں امام سے خطا ہو گئی ہے تو اس کا مطلب شریعت میں یہ ہوا کہ فلاں ایک اجر کا مستحق ہوا، پس جب غلطی ثابت کرنے والے کی نظر میں امام صاحب مستحق اجر و ثواب ٹھہرے تو پھر ان کے مطعون ہونے کا وہ وگمان کہاں سے پیدا ہوا لاشبہ یہ ایک باطل گمان ہے اور

ABM Workshops

جو بھی اس میں مبتلا ہو اس پر فرض ہے کہ اس سے توبہ اور رجوع کرے ورنہ وہ خود ہی مسلمانوں کی شان میں مرتکب طعن و تشنیع ہو گا، اور کسی معمولی درجے کے انسان کی شان میں نہیں بلکہ اکابرین ائمہ صحابہ و تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین وغیرہ کی شان میں اس جرم کا مرتکب ہو گا کیونکہ ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ یہ اکابر ائمہ دین باہم ایک دوسرے کی غلطی ثابت کرتے اور اس کی تردید کرتے، تو کیا کوئی عقلمند انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے پر زبان طعن و تشنیع دراز کیا کرتے تھے بلکہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے خواب دیکھا جس کی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تعبیر بیان فرمائی اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کی تغلیظ کی اور فرمایا کہ تمہارا کچھ کہنا تو صحیح ہے مگر کچھ میں تم سے غلطی ہو گئی ہے، تو کیا نبی ﷺ نے یہ کہہ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مطعون قرار دیا تھا؟!

اور عجیب بات یہ ہے کہ مقلدین اسی وہم و گمان کی بنا پر اپنے مذہب کی مخالف حدیثوں پر عمل نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک ان حدیثوں پر عمل کرنے کا معنی امام صاحب پر طعن کرنا ہے، امام صاحب کا احترام و تعظیم ان کے یہاں تب ہے جب حدیثوں کی مخالفت کر کے ان کی تقلید کی جائے اور وہ اسی مزعوم و موہوم طعنہ زنی سے بچنے کے لیے امام صاحب کی تقلید پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہ مقلد حضرات نادانستہ طور پر بھول رہے ہیں کہ یہ لوگ اس وہم و گمان کی بنا پر جس چیز سے بھاگے تھے اس سے بڑی برائی میں پڑ گئے کیونکہ اگر ان سے کوئی کہے کہ امام کی اتباع و تقلید اگر ان کے احترام پر دلالت کرتی ہے اور ان کی مخالفت ان پر طعنہ زنی پر، تو پھر آپ لوگوں نے اپنے لیے یہ کیسے جائز کر لیا کہ نبی ﷺ کی حدیثوں کی مخالفت کریں اور انہیں چھوڑ کر امام صاحب کی تقلید کریں، جبکہ امام صاحب نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی ان پر طعن و تشنیع کفر ہے، پس اگر آپ لوگوں کے نزدیک امام صاحب کی مخالفت کا معنی ان پر طعن ہے تو نبی ﷺ کی مخالفت کا معنی تو بدرجہ اولی ان پر طعن ہو گا بلکہ یہ تو عین کفر ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اس بات کا تو بہر حال مقلد حضرات کوئی جواب نہیں دے سکتے، ہاں بعض مقلدین کو اس کے جواب میں بارہا صرف یہ کہتے سنا ہے کہ ہمارے امام صاحب کو چونکہ حدیث کا علم ہم سے زیادہ تھا اس لیے ہم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے حدیث کو ترک کر دیا ہے۔

ہمارے پاس اس بات کے کئی جوابات ہیں جس کی تفصیل کے لیے یہ مقدمہ ناکافی ہے اس لیے ہم صرف ایک جواب پر اکتفا کرتے ہیں جو ان شاء اللہ فیصلہ کن ثابت ہو گا اور وہ جواب یہ ہے:

صرف آپ کے امام ہی آپ سے حدیث کے زیادہ جاننے والے نہ تھے بلکہ دسیوں اور سیکڑوں ائمہ ایسے گذرے ہیں جنہیں آپ سے زیادہ حدیث کا علم تھا، پس اگر صحیح حدیث آپ کے مذہب کے خلاف ہو، لیکن دیگر ائمہ میں سے کسی نے اس حدیث کو قبول کیا ہو، اس صورت میں تو آپ کے نزدیک اس پر عمل کرنا ضروری اور ضرض ہوا، اس لیے آپ کی مذکورہ بات یہاں تو چل نہیں

سکتی، کیونکہ آپ کا مخالف از راہ معارضہ کہے گا کہ جس امام نے اس حدیث کو قبول کیا ہے ہم نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو قبول کیا ہے، اس لیے کہ اس حدیث کے موافق امام کی اتباع اس کے مخالف امام کی اتباع سے بہتر ہے، یہ بات ان شاء اللہ اتنی واضح وعیاں ہے کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتی، اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ:

چونکہ ہماری کتاب نبی ﷺ کے طریقۂ نماز سے متعلق صرف صحیح حدیثوں پر مشتمل ہے اس لیے جو ان پر عمل نہ کرے وہ قطعا معذور نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جسے علماء نے متفقہ طور پر ترک کر دیا ہو –اور معاذ اللہ کہ وہ ایسا کریں– بلکہ جو مسئلہ بھی اس کتاب میں وارد ہوا ہے اس کا قائل علماء کا کوئی نہ کوئی گروہ ضرور ہے اور جو اس کا قائل نہیں وہ نہ یہ کہ صرف معذور ہے بلکہ وہ ایک اجر وثواب کا مستحق بھی ہے کیونکہ یا تو اسے وہ حدیث سرے سے پہنچی ہی نہیں یا پہنچی مگر بسند ضعیف پہنچی یا پھر اس حدیث کو قبول نہ کرنے کا اس عالم کے پاس کوئی اور دوسرا عذر معقول رہا ہو جسے اہل علم جانتے ہیں۔ لیکن اس عالم کے بعد اگر کسی کے یہاں اس حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو وہ حدیث چھوڑ کر امام کی تقلید کرنے میں معذور نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ حدیث معصوم کی اتباع کرے اور اسی بات کی دعوت دینا اس مقدمہ کا مقصد بھی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّـهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ. (الانفال:24)

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے اور وہ بڑا ہی اچھا ساتھی اور مددگار ہے۔

وصلى الله على محمد وعلى آله وصحبه وسلم والحمد لله رب العالمين.

(91 **چند ضروری قواعد فقہیہ**

کچھ قواعد فی الحقیقت نصوص ہی ہیں کہ جنہیں قواعد کا درجہ دے دیا گیا ہے اور بعض قواعد استنباط واستقراء کے ذریعے وضع کیے گئے ہیں جن میں سے چند اہم حسب ذیل ہیں:

(1) (الخراج بالضمان)"فائدہ ضمان کی وجہ سے ہے۔"

(2) (لا ضرر ولا ضرار)"نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان میں مبتلا کرو۔"

(3) (ليس لعرق ظالم حق)"ظالم کی جڑ کے لیے کوئی حق نہیں ہے۔"

(4) (البينة على المدعى واليمين على من أنكر)"دلیل مدعی پر ہے اور قسم انکار کرنے والے پر ہے۔"

(5) (كل معروف صدقة)"ہر نیکی صدقہ ہے۔"

(6) (الزعيم غارم)"ضمانت دینے والا چٹی بھرے گا۔"

(7) (إنما الولاء لمن أعتق)"ولاء صرف اسی کے لیے ہے جس نے غلام آزاد کیا۔"

(8) (الولد للفراش وللعاهر حجر)"بچہ صاحب فراش کے لیے ہے اور زانی کیلیے پتھر ہیں۔"

(9) (البيعان بالخيار مالم يتفرقا)"دو بیع کرنے والوں کو جدا ہونے تک اختیار ہے۔"

(10) (من وقع فی الشبهات وقع فی الحرام)"جو شبہات میں واقع ہو گا وہ حرام میں واقع ہو جائے گا۔"

(11) (من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعينه)"بے مقصد اشیاء کو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے۔"

(12) (إنما الأعمال بالنيات)"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

(13) (الأمور بمقاصدها)"معاملات کا اعتبار اپنے مقاصد کے ساتھ ہے۔"

(14) (اليقين لا يزول بالشك) "یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔"

(15) (المشقة تجلب التيسير)"مشقت آسانی لاتی ہے۔"

(16) (العادة محكمة)"عادت حاکم بنائی گئی ہے۔"

(17) (الضر ريزال)"نقصان زائل کر دیا جاتا ہے۔"

(18) (الاجتهاد لا ينقض بالا جتهاد)"اجتہاد اجتہاد کے ذریعے نہیں ٹوٹتا۔"

(19) (إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام)"جب حلال و حرام جمع ہو جائیں تو حرام کر ترجیح و فوقیت دی جائے گی۔"

(20) (الإيشار فی القرب مكروه وفی غيرها محبوب)"قریب وعبادت کے کاموں میں ایثار کرنا مکرو، ہے جبکہ اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں پسندیدہ ہے۔"

(21) (الجفود تسقط بالشبهات)"شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔"

(22) (الفرض أفضل من النفل)"فرض نفل سے افضل ہے۔"

(23) (ما حرم أخذه حرم إعطائه)"جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔"

ABM Workshops

	(24) (ما حرم استعماله حرم ائخاذه) "جس کا استعمال حرام ہے اس کا رکھنا بھی حرام ہے۔" (25) (الواجب لا يترك إلا لواجب)"واجب صرف کسی واجب کے لیے ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔" (26) (النفل أو سبع من الفرض)"نفل فرض سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔" (27) (الرضا بالشيئ رضآ بما يتولد منه)"کسی چیز سے رضامندی اس چیز سے بھی رضامندی ہے جو اس سے پیدا ہوتی ہے۔" (28) (ما كان أكثر فعلا كان أكثر فضلا)"جو کام فعل کے اعتبار سے زیادہ ہو وہ فضیلت کے اعتبار سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔" (29) (الضرورات تبيح المخطورات)"ضرورتیں ممنوعہ افعال کو مباح کر دیتی ہیں۔" (30) (الخروج من الخلاف مستحب)"اختلاف سے نکلنا مستحب ہے۔" (31) (السوال معاذ فى الجواب)"جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے۔" (32) (لا ينسب للساكت قول)"خاموش کی طرف قبول منسوب نہیں کیا جاتا۔" (33) (الدفع أقوى من الرفع)"دور کر دینا کسی چیز کو ختم کرنے سے زیادہ قوی ہے۔" (34) (الرخص لا تناط بالمعاصى)"رخصتیں گناہوں کے ساتھ معلل نہیں ہوتیں۔" (35) (إعمال الكلام أولى من إهماله)"کلام کو کام میں لانا اسے مہمل کر دینے سے زیادہ بہتر ہے۔" (36) (الضرورة تقدر بقدرها)"ضرورت کا اس کی مقدار کے مطابق اندازہ کیا جائے گا۔" (37) (الأصل براءة الذمة)"اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔" (38) (إذا سقط الأصل سقط الفرع)"جب اصل ساقط ہو جائے گی تو فرع بھی ساقط ہو جائے گی۔" (39) (لا يثبت حكم الشيئ قبل وجوده)"کسی چیز کے وجود سے پہلے اس کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔" (40) (ما جاز لعذر بطل بزواله)"جو کام کسی عذر کی وجہ سے جائز ہوا ہو وہ اس عذر کے زائل ہو جانے سے باطل ہو جائے گا۔"
(92	قواعد فقہیہ اصل میں "القواعد الخمسہ" کی تشریح ہے، جو درجِ ذیل ہیں: 1. الامور بمقاصدها 2. المشقة تجلب الشيئ

APM Workshops

3. اليقين لا يزول بالشك 4. العادة المحكمة 5. لا ضرر ولا ضرار	

ABM Workshops

(93

میراث اور وراثت

وراثت کے تین ارکان ہیں:

1. مورّث (وارث بنانے والا یعنی میت)
2. وارث (وارث بننے والا)
3. موروث (ترکہ)

وراثت کے تین اسباب ہیں:

1. قرابت (رشتہ داری وغیرہ)
2. نکاح
3. ولاء

وراثت کے لیے تین شرائط ہیں:

1. مورّث کی موت کا ثابت ہونا
2. مورّث کی موت کے وقت وارث کی حیات کا ثابت ہونا
3. وراثت کے متعلق علم ہونا مثلاً وراثت کا سبب، وارث کی جہت، اس کا درجہ اور قوت وغیرہ۔

وراثت کے تین موانع (رکاوٹیں) ہیں:

1. غلامی
2. قتل
3. دین مختلف ہونا

علم میراث میں بہن بھائیوں کی تین اقسام ہیں:

ABM Workshops

1. عینی: جو سگے ہوں
2. علاتی: جو باپ کی طرف سے ہوں
3. اخیافی: جو ماں کی طرف سے ہوں

آیات سے ماخوذ مسائل

بیٹوں اور بیٹیوں کے متعلق احکامات:

- جب میت کے وارث صرف ایک مذکر اور ایک مؤنث ہو تو ان میں مال کی تقسیم اس طرح ہو گی کہ مذکر کے لیے دو حصے اور مؤنث کے لیے ایک حصہ
- جب ورثاء مذکر و مؤنث کی ایک جماعت ہو تو مذکر مونث سے دگنے حصے کے وارث ہوں گے۔
- اگر اولاد کے ساتھ اصحاب الفروض مثلا خاوند یا بیوی یا والدین موجود ہوں تو پہلے اصحاب الفروض کو حصہ دے کر باقی اولاد کے درمیان "للذکر مثل حظ الأنثیین" کے اصول کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔
- جب میت کا وارث صرف ایک بیٹا ہو تو وہ سارے مال کا مالک ہو گا۔
- اولاد کی عدم موجودگی میں پوتے ان کا حصہ وصول کریں گے۔

والدین کے متعلق احکامات:

- جب میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔
- جب اولاد نہ ہو تو ماں کو ایک ثلث اور باپ کو باقی دو ثلث مل جائے گا۔
- اگر والدین کے ساتھ میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی تمام باپ کو مل جائے گا۔ بھائی اور بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ باپ ان کے لیے حاجب (رکاوٹ) ہے۔
- قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے۔

خاوند کے متعلق احکامات:

- بیوی کی وفات پر اولاد نہ ہو تو خاوند کو نصف حصہ ملے گا۔
- اگر اولاد ہو تو خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا۔

ABM Workshops

ایک بیوی یا زیادہ بیویوں کے متعلق احکامات:

- خاوند کی وفات پر اگر اولاد نہ ہو تو ایک یا زیادہ بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا۔
- اگر اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا۔

ماں کی طرف سے بہن بھائیوں کے احکامات:

- جب فوت ہونے والا ماں کی طرف سے صرف ایک بھائی یا ماں کی طرف سے صرف ایک بہن چھوڑے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔
- اگر ماں کی طرف سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو سب ایک تہائی میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

سگے بہن بھائیوں یا باپ کی طرف سے بہن بھائیوں کے احکامات:

- اگر فوت ہونے والا ایک سگی یا باپ کی طرف سے بہن چھوڑے اور میت کے لیے اولاد اور والدین نہ ہوں تو اس کو نصف حصہ ملے گا۔
- جب میت دو سگی یا باپ کی طرف سے بہنیں چھوڑے اور میت کی اولاد اور والدین نہ ہوں تو یہ ترکے کے دو ثلث کی حقدار ہوں گی۔
- جب میت بھائی اور بہنیں (یعنی سگے یا باپ کی طرف سے) چھوڑے تو ان کے درمیان ترکے کی تقسیم "للذکر مثل حظ الانثیین" کے اصول پر ہو گی۔
- جب سگی بہن فوت ہو جائے اور اولاد اور والدین موجود نہ ہوں تو اس کا سگا بھائی سارے مال کا وارث ہو گا اور اگر زیادہ بھائی ہوں تو آپس میں برابری کے ساتھ اسے تقسیم کر لیں گے۔
- اسی طرح باپ کی طرف سے بہن بھائیوں کا حکم ہے جب سگے بہن بھائی موجود نہ ہوں۔

ABM Workshops

(94	## وضو کے فضائل 1. وضو کے ذریعہ قیامت کے دن چمک حاصل ہو گی۔(صحیح بخاری:136) 2. وضو آدھا ایمان ہے۔(سنن ترمذی:3517، صحیح) 3. وضو کرنے والے کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔(مسلم:229) 4. وضو کرنے سے جسم کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔(مسلم:244) 5. جو مسلمان وضو کرے اور کھڑا ہو کر دو رکعتیں نماز ادا کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(مسلم:234) 6. قیامت کے دن مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا اثر پہنچے گا۔(مسلم:250) 7. سختی اور تکلیف میں وضو کامل طور پر کرنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اس سے درجات بلند ہوتے ہیں۔(مسلم: 251) 8. وضو کرنے والوں میں بروز قیامت ایسے آثار نمایاں ہوں گے کہ انہیں پہچان لیا جائے گا کہ وہ امت محمد ہیں۔(مسلم: 249) 9. ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وضو آدھا ایمان ہے۔(سنن الترمذي:3517) 10. اور وضو کی محافظت صرف مومن کرتا ہے۔(سنن ابن ماجہ:277)
(95	## نماز کے فضائل 1. نماز اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے۔(بخاری:8، مسلم:16) 2. روزانہ باقاعدگی سے پانچ نمازیں ادا کرنے سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔(بخاری:528، مسلم:667) 3. نماز گناہوں کی آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے۔(صحیح الترغیب:358) 4. پانچوں نمازیں باقاعدگی سے ادا کرنے والا قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔(صحیح الترغیب: 361) 5. رات کی تاریکی میں مسجد میں آنے والے نمازیوں کے لیے قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری ہے۔(صحیح ابی داؤد:525) 6. مسجد میں آنے والے نمازی اللہ کے ملاقاتی ہیں جن کی اللہ تعالی عزت فرماتا ہے۔(صحیح الترغیب:320) 7. نماز رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔(صحیح نسائی:3680) 8. نماز نور ہے۔(مسلم:223)

ABM Workshops

96)	**روزوں کے فضائل** 1. روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔(بخاری:1397، مسلم:14) 2. روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے۔(بخاری:1896، مسلم:1152) 3. روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوں گے۔(صحیح الترغیب:1003) 4. روزہ دار کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(بخاری:1901، مسلم:759) 5. رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں۔بخاری:1899) 6. روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔(بخاری:1904) 7. روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔(مسلم:1151) 8. ماہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالی لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔(ابن ماجہ:1642، صحیح ابن ماجہ:1331) 9. روزِ قیامت روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا۔(صحیح الترغیب:984) 10. روزہ خیر کا دروازہ ہے۔(ترمذی:2616، صحیح الترغیب:983) 11. ہزار مہینوں سے بہتر رات (شب قدر) ماہ رمضان میں ہی ہے۔(صحیح ابن ماجہ:1333، ابن ماجہ:1644) 12. نزولِ قرآن کا شرف رمضان کو ہی حاصل ہے۔(بقرہ:185) 13. رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے۔(بخاری:1863، مسلم:1256) 14. روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے۔(ترمذی:3598، ابن ماجہ: 1752) 15. افطاری کے وقت اللہ تعالی لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔(ابن ماجہ:1643، صحیح ماجہ:1332)
97)	**زکاۃ کے فضائل** 1. زکاۃ کی ادائیگی جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔(بخاری:1396، مسلم:13) 2. زکاۃ وخیرات، مال اور اجر وثواب میں اضافے کا باعث ہے۔(سورۃ الروم:39) 3. صدقہ وزکاۃ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی۔(مسلم:2588) 4. زکاۃ مال کا شر ختم کر دیتی ہے۔(صحیح الترغیب:743، طبرانی فی الاوسط:3/63، ابن خزیمہ:4/13، حاکم:1/390) 5. زکاۃ اموال کی طہارت کا ذریعہ ہے۔(بخاری:1404) 6. زکاۃ اموال کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔(صحیح الترغیب: 744، بیہقی:3557)

ABM Workshops

7. زکاۃ ادا کرنے والا صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔(صحیح الترغیب:749،ابن خزیمہ:2212،ابن حبان:3429) 8. ہر سال زکاۃ ادا کرنے والا ایمان کا ذائقہ چکھتا ہے۔(ابو داؤد:1582، صحیح ابو داؤد للالبانی:1400) 9. زکاۃ و خیرات گناہوں کا کفارہ ہے۔(بخاری:1435، مسلم:144،ترمذی:2616) 10. صدقہ و خیرات سے رب کا غضب ختم ہو جاتا ہے۔(سلسلہ صحیحہ:1908) 11. صدقہ روزِ قیامت مومن پر سایہ کرے گا۔(احمد:4/233)	
حج و عمرہ کے فضائل 1. عمرہ گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔(صحیح بخاری:1773)،(سنن ترمذی:810، صحیح) 2. جہاد فی سبیل اللہ کے بعد افضل عمل حج مبرور ہے۔(صحیح بخاری:1519) 3. حج کرنے والا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے نو مولود بچہ۔(صحیح بخاری:1521) 4. حج اور عمرہ کرنے والے کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ:2893، صحیح) 5. حج اور عمرہ عورت، کمزور، بوڑھے اور بچے کا جہاد ہے۔(صحیح بخاری:1861) 6. حج گزشتہ تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔(صحیح مسلم:121) 7. رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے۔ (صحیح بخاری:1863) 8. حاجی اور عمرہ کرنے والے کو اس کے خرچ اور محنت کے مطابق اجر ملتا ہے۔(صحیح بخاری:1787)	(98
100 نکات-برائے حلال و حرام ***مختصر نوٹ:*** عقائد میں شرک برا، عبادات میں بدعت بری، معاملات میں حرام برا اور اخلاقیات میں بد اخلاقی بری۔ لہذا چاروں شعبوں میں اپنے آپ کو گندگی سے بچاتے ہوئے طیب زندگی گزارنا واجب ہے اور "ادخلوا فی السلم کافة" کا تقاضہ ہے اور اس کے لیے "طلب العلم فریضة علی کل مسلم (ابن ماجہ:224)" پر عمل کرتے ہوئے علم کا حصول اشد ضروری ہے:	(99

ABM Workshops

علم التوحید ورد شرک

علم السنۃ ورد بدعت

علم الحلال والحرام

علم الاخلاق

کھانے پینے کے آداب

1. اسلام نے پاک چیزوں کو جائز قرار دیا۔(بقرہ:168،172)
2. مردار، خون، سور کا گوشت، غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور حرام ہے۔(بقرہ:173)
3. وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن اگر اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں۔(مائدہ:3)
4. ٹڈی مردار کے حکم سے مستثنٰی ہے۔(بخاری:5495، مسلم:1952)
5. سمندر کے جانور حلال ہیں، اگر وہ مر جائے تب بھی (سوائے جب صحت کے لیے مضر ہو)[1]۔ (ترمذی:69، نسائی: 333، ابن ماجہ:386)
6. مردار کی کھال (اگر اسے دباغت دی جائے)، ہڈی اور بال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔(بخاری:1492، مسلم:363)
7. مجبوری کی حالت میں حرام چیزیں جائز ہو جاتی ہیں۔(انعام:119، بقرہ:273)
8. ہر چیر پھاڑ کرنے والا درندہ (کچلیوں کے ساتھ شکار کرنے والا درندہ) کھانا حرام ہے۔(مسلم:1934)
9. ہر ایسا پرندہ جو پنجوں میں گرفت کر کے کھائے حرام ہے۔(مسلم:1934)
10. پالتو گدھے کا گوشت حرام ہے۔(بخاری:5525، مسلم:1941)
11. غلاظت کھانے والا جانور غلاظت ختم ہونے سے پہلے حرام ہے۔(سنن ابو داؤد:3786)

ABM Workshops

[1] یاد رہے جانوروں کے بعض حصے صرف کھانے کے لیے نہیں بلکہ دوا وغیرہ کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا ذہن کو وسیع رکھ کر اس سبجیکٹ کا مطالعہ کریں۔

12. کتے، بلیاں اور ہر خبیث جانور سب حرام ہے۔(مسلم:1569، اعراف:157)
13. اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، جب تک حرمت والے اصول صادر نہ ہو جائیں۔(مائدہ:5)
14. شراب پینا حرام ہے۔(مائدہ:90)
15. ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔(مائدہ:90، مسلم:2003، بخاری:4343)
16. سونے چاندی کے برتن میں کھانا ممنوع ہے۔(بخاری: 5634، مسلم:2065)
17. بلاضرورت اور شرعی جواز کے علاوہ کتے پالنا منع ہے۔[2](ابو داؤد:4158، ترمذی:2806، نسائی:5367)
18. مجسمے اور روح والی اشیاء کی تصاویر لگانا ممنوع ہے[3]۔(ابو داؤد:4158، ترمذی:2806، نسائی:5367)
19. اسراف و تبذیر حرام ہے۔(بنی اسرائیل:27)

لباس اور زینت کے آداب

20. ستر ڈھانکنا واجب ہے۔(مسلم:338)
21. سفید لباس پہننا مستحب ہے۔(ابو داؤد:4061، ترمذی:994)
22. خالص لال رنگ کا لباس پہننا منع ہے جو زعفران یا عصفر نامی جڑی بوٹی سے رنگا ہو[4]۔(مسلم:2077، صحیح نسائی: 5281)
23. ایسا لباس جو خالص لال نہ ہو بلکہ اس میں دیگر رنگوں کی آمیزش ہو تو ایسا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(بخاری: 5400)
24. مرد کا لباس ٹخنے سے اونچا اور عورت کا لباس ڈھیلا اور ٹخنے سے نیچے ہونا چاہیے۔(بخاری:5783، مسلم:2085)
25. جمعہ یا کسی خاص مناسبت کے لیے مخصوص لباس اور زینت کا اہتمام کرنا جائز ہے۔(ابو داؤد:343)

ABM Workshops

[2] تین اسباب کی بنیاد پر کتے رکھنے کی اجازت ہے: زراعت کی حفاظت، مویشیوں کی حفاظت اور کلب صید (شکاری کتا)۔
[3] اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لیے "حدیث دمیۃ" سے استدلال کرتے ہوئے شیخ البانی نے تصاویر کے استعمال کی اجازت دی ہے۔(آداب الزفاف:194)
[4] یہودی مذہبی طور پر عصفر سے رنگے کپڑے پہنتے تھے، اس لیے تشبہ سے احتراز کے لیے لال رنگ سے منع کیا گیا ہے۔

26. شہرت کالباس پہننا حرام ہے[5]۔(ابو داؤد:4029)

27. تکبر کالباس پہننا حرام ہے۔(بخاری:5783، مسلم:2085)

28. بغیر کسی عذر کے مردوں کے لیے سونا اور ریشمی لباس پہننا حرام ہے۔(ابو داؤد:4057، نسائی:5147، ابن ماجہ:3595)

29. ایسے کپڑے پہننا یا استعمال کرنا حرام ہے جن پر صلیب یا کسی روح والی شیٔ کی تصویر ہو۔(بخاری:5961)

30. مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی شکل و صورت اختیار کرنا حرام ہے۔(بخاری:5885)

31. عورت کو تنگ اور ایسا باریک لباس پہننا بھی حرام ہے جس سے اُس کا بدن ظاہر ہو۔(مسلم:2128)

32. زینت میں غلو کے لیے خلق اللہ میں تغیر حرام ہے۔(نساء:119)

33. بدن کو گودنا ممنوع ہے۔(بخاری:5940)

34. دانتوں کو نوکدار بنانا اور ان کے درمیان فاصلہ کرنا ممنوع ہے۔(بخاری:5940، 5943)

35. بھویں باریک کرنا ممنوع ہے۔[6](ابو داؤد:4170)

36. وِگ کا استعمال ممنوع ہے(شرعی حدود میں رہ کر سر پر بالوں کا اگانا علاج کی قبیل سے ہو تو جائز ہے)۔(بخاری:5933)

37. سفید بالوں کو خضاب(مہندی)لگانا مستحب ہے سوائے کالے رنگ کے۔(بخاری:5899، مسلم:2103)

38. مونچھیں کترنا اور داڑھی بڑھانا واجب ہے۔(بخاری:5892)

کسب اور پیشہ

39. جو شخص کام کی قدرت رکھتا ہو، اس کا کمائی کے بغیر بیٹھے رہنا اور دوسروں سے مانگنا حرام ہے۔(ابو داؤد:1634)

40. کاشت کاری اس وقت حرام ہو جاتی ہے جس کے کھانے یا استعمال کو مضر قرار دیا گیا ہو، مثلاً گانجا وغیرہ۔(بقرہ:195)

41. قحبہ گری ممنوع پیشہ ہے۔(نور:33)

42. رقص اور جنسی جنون ممنوع پیشہ ہے۔(بنی اسرائیل:32)

43. مجسموں اور صلیب وغیرہ کی صنعت ممنوع ہے۔(بخاری:2225)

---

[5] عوام الناس کے لباس سے مختلف، تکبر اور فخر وریاء کے لیے پہنا گیا لباس۔ اسی طرح شہرت کے لباس سے مراد وہ لباس بھی ہے جو عام لوگوں کے لباسوں کے رنگوں سے مختلف رنگ کا ہونے کی وجہ سے شہرت کا باعث بنے۔ لوگوں کی نظریں اس کی طرف اٹھیں اور اسے پہننے والا تعجب و تکبر میں پڑ جائے۔

[6] اگر مہیب شکل اختیار کر رہے ہوں تو اتنا کاٹ سکتے ہیں کہ عیب دور ہو جائے کیونکہ یہ علاج کی قبیل سے ہے: بن باز رحمہ اللہ۔

44. نشہ آور اور مخدّر عقل اشیاء کی صنعت ممنوع ہے۔(بقرہ:195)

معاشرتی آداب

45. اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔(ترمذی:2165)
46. اجنبی عورت پر عمداً یا شہوت والی نظر ڈالنا ممنوع ہے۔(نور:30)
47. عورت کا زیب و زینت کے ساتھ غیر محرم مردوں کے سامنے نکلنا حرام ہے۔(نور:31)
48. عورت کو غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا لازم ہے شرعی حدود کے مطابق۔(احزاب:59)
49. زنا اور عمل قوم لوط حرام کاموں میں سے ہے۔(شعراء:165)
50. مشت زنی ممنوع ہے۔(مؤمنون:5-7)

شادی بیاہ

51. اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔(بخاری:5063، مسلم:1401)
52. جس عورت کو نکاح کا پیغام دینا ہو، اس پر نظر ڈالنا جائز ہے۔(مسلم:1424)
53. جو عورت عدت میں ہو اس کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں(طلاق یا شوہر کی وفات کی عدت)۔(بقرہ:235)
54. اپنے مسلمان بھائی کے پیغام پر پیغامِ نکاح دینا جائز نہیں۔(بخاری:5142، مسلم:1412)
55. کنواری لڑکی سے نکاح کی اجازت لی جائے اور جبر نہ کیا جائے۔(مسلم:1421)
56. ولی کے بغیر عورت کا نکاح حرام ہو جاتا ہے راجح قول کے مطابق۔(ابو داؤد:2085)
57. جن عورتوں سے نکاح حرام ہے:

- ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجیاں، بھانجیاں(نسبی ہوں یا رضاعی دونوں قسم کے رشتے)
- بیوی کی ماں
- ربیبہ(یعنی جس بیوی سے ازدواجی تعلق قائم کر چکا ہو اس کی لڑکی)
- بیٹے کی بیوی (نساء:22-24، بخاری:2645، مسلم:1447)

ABMWorkshops

- دو بہنوں کو ایک مرد کی زوجیت میں بیک وقت جمع کرنا(نساء:23)
- بیوی کی موجودگی میں اس کی پھوپھی یا خالہ کو بیک وقت جمع کرنا(بخاری:5109)
- شادی شدہ عورتیں(نساء:22-24)
- مشرک عورتیں(بقرہ:221)
- زانیہ(فاحشہ، قحبہ گری کرنے والی)(نور:3، ابوداؤد:2051)

58. کتابیہ سے نکاح جائز ہے الا یہ کہ شرعی حدود پامال ہو رہے ہوں۔(مائدہ:5)
59. مسلم عورت پر غیر مسلم سے نکاح حرام ہے خواہ غیر مسلم کتابی ہو یا غیر کتابی۔(بقرہ:221)
60. نکاحِ متعہ حرام کر دیا گیا ہے۔(مسلم:1406)
61. اسلام نے مردوں کو عدل کی شرط کے ساتھ بیک وقت چار نکاح کی اجازت دی ہے۔(نساء:3)
62. عورتوں کی دبر میں صحبت کرنا حرام ہے۔(ابن ماجہ:1934)
63. حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔(مسلم:1471)
64. مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارنا چاہیے جب تک کہ شرعی عذر کی بنا اجازت نہ مل جائے۔(طلاق:6)
65. مطلقہ کو اپنی مرضی سے دوسرا نکاح کرنے سے روکا نہ جائے البتہ نصیحت و خیر خواہی کا دروازہ کھلا ہے۔(بقرہ:232)
66. خلع عورت کا حق ہے۔(بخاری:5273)
67. بیوی کو ستانا حرام ہے اسی طرح شوہر کو ستانا بھی حرام ہے۔(نساء:19)

اعتقاد و اندھی تقلید

68. کاہنوں کی تصدیق کرنا کفر ہے۔ اور دلچسپی لینا بغیر تصدیق کے وہ بھی حرام ہے۔(مسلم:2230، ابوداؤد:3904)
69. پانسوں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا حرام ہے۔(مائدہ:3)
70. جادو سیکھنا اور کرنا حرام ہے۔(بخاری:5764، مسلم:89)
71. تعویذ لٹکانا حرام ہے۔"رقیہ شرعیہ" غیر شرعی جھاڑ پھونک اور مختلف فیہ تعویذوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔(مسند احمد، ترمذی:2072)

ABM Workshops

72. بدشگونی لینا حرام ہے۔ اچھا شگون لینا جائز ہے باذن اللہ۔ (ابوداؤد:3907)

73. نوحہ کرنا حرام ہے۔ تسلی ودعا جائز ہے۔ (بخاری:1294، مسلم:103)

74. دین میں کوئی بھی نیا کام ایجاد کرنا حرام ہے۔ (دنیوی ڈیولپمنٹ میں شرعی حدود میں رہ کر ابداعی واختراعی چیزیں حلال ہیں۔) (بخاری:2697)

75. کتاب وسنت کے واضح احکام رہتے ہوئے کسی کی اندھی تقلید اور تعصب اعمی حرام ہے۔ (ال عمران:32)

نوٹ: عبادہ محضہ کی اصل "منع" ہے جب تک کہ کرنے کی دلیل نہ آجائے، عبادت غیر محضہ کی اصل "اباحت یعنی جائز" ہے جب تک کہ روکنے کی دلیل نہ آجائے۔ (شیخ سعد الشثری)۔ لیکن یہ فیصلہ عام آدمی نہیں لے گا بلکہ راسخ فی العلم ہی فیصلہ لے گا باذن اللہ۔

معاملات

76. حرام چیزوں کی بیع بھی حرام ہے۔[7] (بخاری:2236، مسلم:1581)

77. تحلیل تحریم اور تحریم تحلیل (حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانا) کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (مائدہ: 87)

78. جوا، جہالت کثیر اور غرر کثیر پر مبنی تجارت حرام ہے۔ (بخاری:2193)

79. ذخیرہ اندوزی کرنا اور قیمتوں سے کھیلنا ممنوع ہے۔[8] (مسند احمد، مسلم:1605)

80. بازار کی آزادی میں مصنوعی مداخلت کرنا ممنوع ہے۔ (مسلم:1522)

81. ناپ تول میں کمی کرنا حرام ہے۔ (انعام:152)

82. سود حرام ہے۔ (نساء:29)

83. نبی ﷺ قرض سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔[9] (ابوداؤد:1555)

---

[7] حلال چیز کی بیع بھی حلال ہے۔ خون کا پینا حرام ہے اس لیے اس کا بیچنا بھی حرام ہے لیکن اگر کسی کی جان بچانے کے لیے خون کی بوتل خریدنا ہی ایک راستہ ہو تو حلال ہے ورنہ خون کو مفت عطا کریں۔ خون کا عطیہ دے کر اس کی قیمت لینا حرام ہے۔

[8] ذخیرہ اندوزی کا مقصد سنتِ یوسفی (تدبیری طور پر یعنی بعد میں استعمال کرنا اور اسراف وتبذیر سے بچانا مقصود ہو) ہو تو یہ حلال ذخیرہ اندوزی ہے۔

[9] مجبوری میں بغیر سودی قرض حلال ہے لیکن جتنا ہو سکے بچتا رہے، قرض کے لین دین کے موقع پر گواہ بنالے اور احتیاطی تدابیر اپنائے کیونکہ قرضہ رکھ کر مرنا اعمال کی قبولیت کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔

ABM Workshops

84. کسی کی بیع پر بیع کرنا حرام ہے۔(بخاری:5142، مسلم:1412)

85. زیادہ قیمت پر ادھار بیع جائز ہے چند شروط کی بنیاد پر۔(فتاوی ابن باز)

86. بیع سلم جائز ہے شروط کے ساتھ (جو پیشگی رقم دے کر معاملہ طے کرنا چاہے وہ ناپ، وزن اور مدت متعین کرلے)۔ (بخاری:2239)

87. سرمایہ لگانے والوں کا اشتراک جائز ہے چند شروط کے ساتھ۔

(جدید معاشی مسائل جیسے استصناع، التأجیر المنتھی بالتملیک، بیع القسط، اسلامی بینک، اسلامی شیئر مارکٹ، چین مارکٹ وغیرہ کے لیے دیکھیے **"کتاب البیوع"-ارشد بشیر عمری مدنی حفظہ اللہ**، www.askmadani.com)

اجتماعی روابط

88. کسی مسلمان سے ترکِ تعلق جائز نہیں البتہ ترکِ تعلق سے اصلاح مقصود ہو تو ٹھیک ہے۔(ابوداؤد:4912)

89. باہم صلح صفائی کرانا نیکی کا کام ہے۔(حجرات:10)

90. دوسروں کا مذاق نہ اڑایا جائے۔(حجرات:11)

91. طعن وتشنیع کرنا، برے لقب سے پکارنا، بدگمانی، تجسس، غیبت، یہ سب حرام کام ہیں۔(حجرات:11-12)

92. چغل خوری حرام ہے۔(بخاری:6056، مسلم:105)

93. تہمت لگانا حرام ہے۔(نور:4)

94. مسلمان کا مال، عزت، خون ایک دوسرے پر حرام ہے۔(بخاری:4406)

95. معاہد اور ذمی کا خون حرام ہے۔(بخاری:3166، نسائی:4753)

96. معصوم غیر مسلم کے جان ومال کی حفاظت ضروری ہے، دہشت گردی کی ہر قسم حرام ہے۔(مائدہ:32)

97. خودکشی حرام ہے۔(نساء:29)

98. رشوت حرام ہے۔(ترمذی:1336)

99. چوری حرام ہے۔(مائدہ:38)

100. اپنے مال میں اسراف کرنا حرام ہے۔(اعراف:31)

ABM Workshops

ABM Workshops

اصطلاحات

(1	فقہ: ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(2	فقیہ: علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(3	فرض: شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پہ ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز، روزہ وغیرہ۔
(4	واجب: واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔
(5	مستحب: ایسا کام جیسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل، اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(6	مکروہ: جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(7	حرام: شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(8	جائز: ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(9	قیاس: قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کت متعلق کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب وسنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(10	مجتہد: جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

ABM Workshops

علت: علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔	(11
عرف: عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مونوس ہو، اس کا عادی ہو، یا اس کا ان میں رواج ہو۔	(12
شارع: شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالی اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔	(13
شریعت: قرآن وسنت کی صورت میں اللہ تعالی کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔	(14
سد الذرائع: ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد خرابی پر مستمل ہو۔	(15
راجح: ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقراب الی الحق ہو۔	(16
ترجیح: باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔	(17
تعارض: ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔	(18
امام: کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابو حنیفہ۔	(19
استصحاب: شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔	(20
اجماع: اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔	(21
اجتہاد: شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔	(22
مصالح مرسلہ: یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔	(23
موقف: کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔	(24

25)	مسلک: اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔ مذہب: لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
26)	نسخ: بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔

ABM Workshops

ABM PRINT TIME'S
SYLLABUS BOOKS FOR CHILDREN

ARABIC LANGUAGE & TARBIYAH

Nursery to Grade 9

ISLAMIC STUDIES & TARBIYAH-URDU

Nursery to Grade 9

ISLAMIC STUDIES & TARBIYAH-ENGLISH

Nursery to Grade 9

ISLAMIC STUDIES FOR HOME SCHOOLING

Series of 10 Books

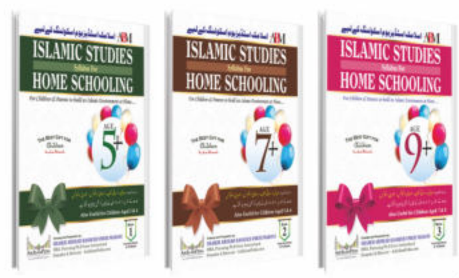

ASKISLAMPEDIA
GATEWAY FOR ISLAMIC INFORMATION
Free Online Islamic Encyclopedia

Publisher & Printer: ABM Print Time
+91-99890 22928, +91-93909 93901 abm.printtime@gmail.com
23-1-916/B, Moghalpura, Charminar, Hyderabad - 500002, Telangana State, India